شہیدِ کربلا

قرآن کی روشنی میں

ابو محمد مصلح

سنگ میل پبلی کیشنز
چوک اردو بازار۔ لاہور

DATA ... RED

۲۹۷۶۹۳۱

۱۵۹ شہ

۱۵۴۳۷

طابع: نیاز احمد

مطبع: اکیڈیمک پریس۔ لاہور

قیمت:

کتابت: سلطان احمد

Marfat.com

پیام

قوم کے اُن نوجوانوں کے نام جو

"قرآن کی روشنی" میں "قیامِ حکومتِ الٰہیہ"

کے لیے کچھ کرنا چاہیں۔

ہمیشہ دست بسر می زنی چہ شد فیضی

مگر ز دستِ تو کارے دِگر نمی آید!

"مُصلح"

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمْ

زآنہا کہ خواندہ ام ہمہ از یادِ ما برفت
الّا ”حدیثِ دوست“ کہ تکرار می کنم

Marfat.com

"رمزِ قرآں از حسینؓ آموختیم!"

آں شنیدستی کہ ہنگامِ نبرد — عشق با عقلِ ہوس پرور چہ کرد

آں امامِ عاشقانِ پورِ بتولؓ — سروِ آزادے ز بستانِ رسولؐ

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنئ ذبحِ عظیم آمد پسر

بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل — دوشِ ختم المرسلینؐ نعم الجمل

سُرخ رُو عشقِ غیور از خونِ او — شوخئ ایں مصرع از مضمونِ او

درمیانِ امت آں کیواں جناب — ہمچو حرفِ قُلْ ھُوَ اللّٰہ در کتاب

موسیٰؑ و فرعون و شبیرؓ و یزید — ایں دو قوت از حیات آید پدید

زندہ حق از قوتِ شبیری است — باطل آخر داغِ حسرت میری است

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت — حُریّت را زہر اندر کام ریخت

Marfat.com

خاکت آں سرِ جلوۂ خیرالامم — چوں سحابِ قبلہ باراں در قدم
بر زمینِ کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد — موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد
بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است — پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
مدعایش سلطنت بودے اگر — خود نکردے با چنیں ساماں سفر
دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعد — دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد
سرِّ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بود — یعنی آں اجمال را تفصیل بود
عزمِ او چوں کوہساراں استوار — پائدار و تند سیر و کامگار
تیغ بہرِ عزتِ دین است و بس — مقصدِ او حفظِ آئین است و بس
ماسوی اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست
خونِ او تفسیرِ ایں اسرار کرد — ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد
تیغِ لا چوں از میاں بیروں کشید — از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت — سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت
رمزِ قرآں از حسینؓ آموختیم — ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم
شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت — سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت
تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز — تازہ از تکبیرِ او ایماں ہنوز
اے صبا اے پیکِ دور افتادگاں — اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

(اقبالؒ)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

مجھے نہیں معلوم کہ سیدنا حسین ابن علی علیہ السلام کے بے نظیر کارنامے "واقعاتِ کربلا" "قرآنی نقطۂ نظر" سے لکھے گئے ہیں یا نہیں۔

جن کے گھر میں قرآن اترا جن کے نانا پر قرآن نازل ہوا، جن کے دولت سرا میں جبریلِ امین وحی لے کر آتے رہے، جو قرآنی گودوں میں پلے، جو قرآنی گہواروں میں کھیلے، جن کے والدِ بزرگوار سب سے پہلے قرآن پر ایمان لائے اور جن کی والدہ محترمہ

آسیا گردان و لب قرآن سرا

ظاہر ہے کہ وہ سراپا قرآن ہوں گے، اُن کی ہر حرکت قرآنی ہو گی۔ اُن کا آخری اور حاصلِ زندگی کارنامہ تعلیماتِ قرآن پر مبنی ہو گا۔

نوعِ انسانی کو قرآن پر چلنے کے لیے کہا گیا ہے، مسلمانوں کو تاکید کی گئی

Marfat.com

ہے کہ وہ جو کچھ جانیں قرآن سے جانیں۔ ہر معاملہ اور ہر شخص کو قرآنی معیار پر جانچیں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو یہ اپنے فرض سے کوتاہی ہوگی۔ اپنے پیدا کرنے والے کے حکم سے سرتابی ہوگی اور واقعاتِ کربلا ہی پر نہیں بلکہ قرآن پر بھی ظلم ہوگا۔

پس! اس لحاظ سے شاید یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہو۔

خونِ ما وقفِ دمِ خنجرِ یار است اینجا!
اے جنونِ وقت تو خوش باش بہار است اینجا!

سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ قیامِ "حکومتِ الٰہیہ" کے لیے کیا اور ایک مسلمان سے قرآن کا یہ پہلا مطالبہ ہے۔ اس لیے "شہیدِ کربلا قرآن کی روشنی میں" لکھی گئی۔ لیکن واقعات، حدیث شریف اور تاریخ و سیر سے لیے گئے ہیں۔

اصلِ دیں آمد کلام اللہ معظّم داشتن!
پس حدیثِ مصطفٰے بر جاں مسلّم داشتن!

قرآن نے خالص اور نکھرے خدا پرستی کا جو سبق دیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کی روح کو سمجھا اور بدرجۂ اتم پورا کیا۔ اس لیے آپ کی محبت یہ ہے کہ آپؑ کی اس سنت کو فراموش نہ کیا جائے اور جو کچھ آپؑ کے نام سے کیا جائے خدا پرستی کے لیے کیا جائے نہ کہ "حسین پرستی" کے لیے۔

اے بے تو حرام زندگانی!　　خود بے تو کدام زندگانی!
ہر زندگی کہ بے تو باشد　　مرگیست بنام زندگانی!

اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے "فعالیت" کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے لکھا گیا ہے، نہ کہ "انفعالیت" کا عالم طاری کرنے کے لیے۔ کیونکہ بالعموم ہر انسان کو اور بالخصوص ہر مسلمان کو قرآن جو زندگی دینا چاہتا ہے، ہمارے پیشِ نظر اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

مرا غمے است کہ پیدا نمی توانم کرد!
حکایتِ دلِ شیدا نمی توانم کرد!

چونکہ عام انسانوں کا تو کیا، خود مسلمانوں کا زاویۂ نگاہ بھی "قرآنی" نہیں رہا ہے اور "قیامِ حکومتِ الٰہیہ" کے لیے فدویت اور قربانیوں کے مزے سے قلوب نا آشنا ہو گئے ہیں۔ اس لیے نقطۂ نظر کے فرق نے صورتِ حال کو بھی کچھ سے کچھ کر دیا ہے۔ ایک طرف "نواسۂ رسول" کے تقدس کا خیال ہے تو دوسری طرف "بعض الناس" دبی زبان "شکوک و اعتراض" کا اظہار بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے لیے بھی انشاء اللہ "شہیدِ کربلا" قرآن کی روشنی میں "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ" کا کام دے گی۔ اور یہ اس کتاب کی تیسری خصوصیت ہوگی۔

تو بطوبیٰ و ما بقامتِ یار　　فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست!

Marfat.com

ضمناً اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے عقیدت کا جو اظہار ہُوا ہے، "وہ جس کی رحمت بخشش کے لیے بہانے تلاش کرتی ہے" اُمید ہے کہ اس کو ہمارے خاندان والوں کے لیے ذخیرۂ عاقبت بنا دے۔

وگر دعوتم رد کنی یا قبول!
من و دست و دامانِ آلِ رسولؐ!

اور خود بہ قدسی صفات، متبرک ہستیاں یعنی اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی چشم عنایت بیڑا پار کر دینے کے لیے کیا کم ہے۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند!
آیا بُوَد کہ گوشۂ چشمے بما کنند!

میرے آقا! اور میرے سردار! سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام "ایک بلند مرتبہ قرآنی" تھے۔ اس لیے میں "شہید کربلا، قرآن کی روشنی میں" "ادارہ عالمگیر تحریک قرآن مجید" کی طرف سے پیش کر کے اپنے ایک خوشگوار فرض سے سبکدوش ہونے پر اپنے بزرگ و برتر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس کا یہ رُوح پرور ارشاد ہے: وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ط

بہ تن بو یا کند گلہائے تصویر نہالی را! | بہ پا بیدار سازد خفتگانِ نقش قالی را!

حیدرآباد دکن
۲۰ ذی الحجہ ۵۹ھ

محب اہل بیت رضؓ
ابو محمد مُصلح

خلافت

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ

اور جب تیرے رب کا فرشتوں سے ارشاد ہُوا مجھے زمین میں اپنا خلیفہ بنانا ہے! انھوں نے کہا۔ کیا اس میں ایسے لوگ پیدا کیے جائیں گے جو فساد کریں گے اور خون بہائیں گے (اور وہ بھی پھر ہماری موجودگی میں کہ) ہم تیری تسبیح بھی کرتے ہیں اور تقدیس بھی۔ جواب ملا! اس ضرورت کو ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت!
حریت را زہر اندر کام ریخت!

واقعاتِ کربلا اس وقت تک صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک خلافت کا مفہوم ذہن نشین نہ کر لیا جائے۔ قرآن مجید کی جو آیت اس سلسلے میں درج کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمین پر اپنا خلیفہ بنانا مقصود ہوا تو اس کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ملاءِ اعلیٰ میں ذکر کیا گیا۔ غرض یہ تھی کہ خدا کی جانب سے خدا کی مخلوق کے درمیان، خدا کے حکم کے موافق عدل جاری کرنے میں خدا کی نیابت کا حق ادا کرنے والی مخلوق پیدا ہو۔

اس لحاظ سے مجموعی طور پر تو ہر انسان خلیفہ ہے۔ لیکن اگر شریعت کے احکام کی پابندی باقی نہ رہے تو خلافت کا اعزاز بھی جاتا رہے گا۔ یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ پھر اصل چیز "احکامِ خداوندی" کی پابندی ہے۔ بے شک انسانوں میں مفسد بھی ہیں اور خون ریز بھی۔ لیکن اسی نوع میں انبیاء و رسل بھی ہیں، صدیقین و شہداء اور صالحین بھی، جنھوں نے خلافت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ یہی اسرار و حکمت ہیں جن کا علم ذاتِ باری تعالیٰ کو تھا فرشتوں کو نہیں۔ جنھوں نے بالآخر کہا سُبۡحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا

Marfat.com

عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ط خلیفۃ اللہ وہی ہے جو منشائے خداوندی کو پورا کرے، نائب وہی ہے جو نیابت کا حق ادا کرے۔ بے وجہ و بے سبب درخت کی ایک پتی بھی نہ توڑے، پانی کا ایک قطرہ بھی ضائع نہ کرے۔ خاک کا ایک ذرہ بھی برباد نہ کرے لیکن اگر خدا کا فرمان ہو تو اس کے برعکس سب کچھ کرے۔

اے حکم شرع آب خوردن خطاست!
وگر خوں بفتویٰ بریزی رواست!

یہاں سے اصلاح فی الارض اور فساد فی الارض کا مطلب بھی واضح ہوا۔ یعنی منشائے خداوندی اور احکام شرعیہ کے مطابق جو فرد، جو جماعت، جو قوم، جو حکم، جو حکومت، جو حکمران، جو علم، جو عمل، جو تہذیب، جو تمدن اور جو معاشرت ہو وہ اصلاح فی الارض بلکہ عبادات میں داخل ہے اور جو اس کے برخلاف ہو وہ فساد فی الارض ہی نہیں بلکہ گناہ بھی ہے۔

آیت شریف میں جس خلافت کا ذکر ہوا اس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے سمجھنا چاہیئے۔ انبیاء و مرسلین جتنے بھی گزرے خدا کے خلیفہ ہی تھے اس قسم کی خلافت کا خاتمہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

ان میں سے جس کو خدا نے اپنا خلیفہ بنایا، اس کو وحی کے ذریعہ اپنے منشا

Marfat.com

سے بھی آگاہ کیا۔ انھیں دستورِ آسمانی کو صحفِ سماوی کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ؕ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آخری نبی تھے، اسی طرح آپ پر جو انسانی زندگی کا دستور العمل نازل ہوا وہ بھی آخری ہے۔ اسی لیے قدرت نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا۔ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

ان میں کا ہر خلیفہ نبی امت کا مطاع تھا۔ لیکن چونکہ اب ختم نبوت ہو چکی تھی اس لیے اس آخری نبی کی امت کے لیے یہ انتظام ہوا کہ انھیں میں کا ایک شخص خلیفہ مقرر ہو۔ خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین قرار پائے۔ اسی لیے حکم ہوا: اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

نبی ہو خواہ اس کا جانشین سب کو خدا کے حکم پر چلنا اور چلانا ہوتا ہے اس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں ہوتی اس لیے دراصل یہ حکم ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ وہ باتیں نہیں معلوم ہوا کہ یہ خلیفہ، اللہ اور بندوں کے درمیان صرف ایک واسطہ ہوتا ہے۔ یہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے جو کچھ کہتا ہے خدا کے حکم سے کہتا ہے اور جو کچھ بولتا ہے

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ہوتا ہے

سچا خلیفہ، خلافتِ الٰہیہ کے قیام میں کسی کی پروا نہیں کرتا وہ اپنے

Marfat.com

برائیوں کی دشمنی بھی سر لیتا ہے، اس کے لیے ہجرت بھی اختیار کرتا ہے اور جہاد بھی کرتا ہے۔

منصبِ خلافت کی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے اور کسی حال میں بھی اس میں کسی طرح کی کمی نہیں کرتا۔

اگر اس کے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیا جائے تب بھی اُس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ساری قوم بلکہ ساری دنیا بھی اس کے خلاف اس کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو جائے پھر بھی وہ خدا ہی سے ڈرتا ہے اور ہر حال میں شب و روز وہ تبلیغِ رسالت سے کام رکھتا ہے۔

سب لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ جاتے ہیں مگر وہ دشمن کے مقابلہ میں تنہا ڈٹا رہتا ہے۔ اس کی زبان پر ہوتا ہے "میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں"

اس کے ایک ایک ساتھی ایک صلح کے موقعہ پر تھوڑی دیر کے لیے الگ جا بیٹھتے ہیں اور دفعاتِ صلح کو پسند نہیں کرتے مگر وہ تنہا اس کو انجام دیتا ہے۔ اس لیے کہ خدا کا یہی حکم ہے۔

چوری کی علت میں ایک معزز قبیلہ کی عورت گرفتار ہو کر آتی ہے وہ حدِ شرع جاری کرتا اور اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے۔ اس پر سفارش پہنچتی ہے۔ جس سے اس کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو جاتا ہے۔ اور وہ

Marfat.com

کہتا ہے:

"خدا کی قسم! اس عورت کی جگہ اگر فاطمہ بنتِ محمدؐ بھی ہوتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹتا۔"

قرآن کی یہی عملی تعلیم اس کے بعد اس کے جانشینوں سے بھی صادر ہوتی ہے۔

خلیفۂ اول کے دور میں مسلمانوں کی ایک جماعت صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کرتی ہے۔ آپ اس پر وہ جہاد کرتا ہے۔ اور کہتا ہے، اگر دوسرا کوئی میرا ساتھ نہ دے گا۔ جب بھی میں تنہا جہاد کروں گا اور اس وقت تک جہاد کرتا رہوں گا جب تک کہ اونٹ کی اُس رسّی کو بھی وصول نہ کر لوں، جو رسول اللہ کے عہد میں لی جاتی تھی۔

خلیفۂ دوم باوجود اپنے بے مثال کارناموں اور جلال و جبروت کے ایک بدوی سے یہ سننے پر آمادہ ہوتا ہے:

"عمرؓ اگر تم راہِ حق سے ہٹے تو میری یہ تلوار تم کو سیدھا کر دے گی۔"

خلیفۂ سوم کی راہِ اسلام میں قربانیاں مسلّم ہیں۔ لیکن دشمن اُن کو نظر بند کر دیتے ہیں اور وہ شہید ہو جاتے ہیں۔ مگر حق و صداقت سے بال برابر بھی نہیں ہٹتے۔

Marfat.com

خلیفۂ چہارم ان سے بھی، جن کو اپنا کہا جاتا ہے، جہاد کرنے سے باز نہیں آتے کیونکہ وہ خلافتِ الٰہیہ کا امارت و ملوکیت میں تبدیل ہونے دینا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور فساد فی الارض کا اصلی باعث اور فتنہ کا حقیقی منبع

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ط

خلیفۂ پنجم اگرچہ صرف ۶ ماہ ہی خلیفہ رہے۔ لیکن کوئی حرف نہیں لا سکتا کہ کتاب و سنت کے خلاف کیا ہو۔

ہر کہ بر حق دلیل می گوید!
بچراغ آفتاب می جوید!

Marfat.com

خلافت کا اخیر
اور
ملوکیت کا آغاز

وَخَلَفَ مِنْ بَعْدِ هِمْ خَلْفٌ

ہاں دکھا دے اے تصوّر پھر وہ صبح و شام تو!
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو!

امام حسنؑ اور امیر معاویہؓ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر خلافت کا اخیر اور امیر معاویہؓ سے ملوکیت کا آغاز ہوا۔ ممکن تھا کہ اس نوبت پر اچھی طرح کشت و خون ہوتا، انجام تو خدا کو معلوم، مگر عام مسلمان حضرت امام علیہ السلام کا ساتھ دیتے مگر "رحمۃ للعالمین" کے نام لیوا نے اپنی عجیب دریا دلی کو کام میں لا کر خلافت سے دست برداری اختیار کر لی۔ اس پر خود امیر معاویہؓ نے کہا:"

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند؟

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست برداری جن شرائط پر کی وہ حسب ذیل ہے:

دستاویز شرائط

حسن ابن علی کی طرف سے معاویہ بن سفیان کی طرف، میں ان شرائط پر

Marfat.com

معاویہ کو حکومت سپرد کرتا ہوں کہ مسلمانوں پر "کتابِ الٰہی" "سنتِ رسول اللہ صلعم" اور خلفائے راشدین کی پیروی کی جائے گی۔ اس میری دستبرداری کا یہ مطلب نہیں کہ معاویہ کی طرف سے کوئی بھی جانشین بنا دیا جائے۔ بلکہ اس کا فیصلہ مسلمانوں پر موقوف ہوگا۔ مسلمانوں کو اختیار ہوگا کہ اللہ کی زمین سے جس کو چاہیں اپنا امام اور خلیفہ مقرر کریں۔ خواہ وہ شام سے ہو یا عراق سے حجاز سے ہو یا یمن سے۔ نیز اولادِ علیؓ کے لیے یہ حق محفوظ ہوگا کہ وہ جسے چاہیں اپنی جان، اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنی مستورات کی حفاظت کے لیے امام تجویز کریں۔ اس صلح نامہ میں جو عہدِ میثاق ہیں۔ معاویہؓ کو ان سے تجاوز کا حق نہ ہوگا وَکَفیٰ بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ۔ حررہ ربیع الاول ۴۱ ھ۔

پوری دستاویز شرائط میں "خلافتِ الٰہیہ" کی روح کارفرما ہے اور ایک ہی جذبہ و خیال ہے جو اول سے آخر تک عبارت سے ظاہر ہے کہ "ناموسِ الٰہی" کی حفاظت ہو۔ یہی نکتہ ہے جو حضرت امام کو دستبرداری خلافت پر آمادہ کرتا ہے کہ "ناموسِ خلافت" کی حفاظت اصل مقصد ہے خواہ اس کو بکر پورا کرے یا عمر۔

"قرآنی شانِ جمہوریت" کا یہ مظاہرہ دنیا پیش کرنے سے قاصر رہی ہے اور رہے گی۔

یہ نکتہ وہی تھا جس کا آغاز خود آنحضرت صلعم کی ذات سے ہوا تھا۔

۱۵۲۳۷

Marfat.com

یعنی خلافت ایک ایسا فرض ہے کہ جو بھی اس کے ادا کرنے کا اہل ہو اور اس کو ادا کرنا چاہے ادا کرے۔ چنانچہ حضورؐ کا صراحتاً خلافت کے لیے کسی کو نامزد نہیں فرمانا میرے اس دعویٰ کا ایک ثبوت ہے اور یہی سبب ہے کہ باوجود حضرت علی علیہ السلام کی موجودگی کے حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ مان لیے گئے تھے۔ تاکہ اسلام میں پاپائیت نہ آجائے۔ اور خاندانی ورثہ بن کر خلافت اپنی رُوح کو نہ کھو دے اور اسی لیے اس کے بعد بھی کسی خلیفہ نے اپنے کسی خاندان والے کو اس منصب کے لیے مقرر نہیں کیا۔ یہ ہے خود حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تو انھوں نے بھی اخیر میں خلافت سے دست بردار ہو کر اس اصول پر مُہر فرما دی۔ جس سے

ضمناً اس حدیث کی بھی تکمیل ہوئی کہ :

"یہ میرا بیٹا (حسن) مسلمانوں کی دو بڑی جماعت میں "صلح کرانے کا باعث ہوگا"

نیز اس پیشین گوئی کی بھی قدرتاً تکمیل ہوئی

"کہ میرے بعد خلافت تیس برس ہوگی اور اس کے بعد "بادشاہت ہوگی"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیدہ و دانستہ پیشین گوئی پوری کرنے کے لیے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا اور نہ اس کا یہ مطلب ہے

Marfat.com

کہ خلافت اس کے بعد اب کبھی قائم نہ ہوگی۔ اس لیے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے دور کو باتفاقِ آرا، خلافتِ راشدہ میں شمار کیا گیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن جب تک رُوئے زمین پر باقی ہے "خلافتِ راشدہ" کا فنا ہونا ناممکن ہے۔

Marfat.com

قدرت کا انتظام

دینِ حق کی غرض

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ
دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور دینِ حق کو اس لیے کہ وہ تمام دینوں پر غالب ہو۔

ایک طرف تو امیر معاویہؓ نے امارت کی طرح ڈالی، دوسری طرف قدرت نے یہ انتظام کر دیا کہ معناً اس کا استیصال ہو جائے اور خلافت کی طرح

Marfat.com

پھر زندہ ہو جائے اور بقائے دوام حاصل کرے۔

قرآن حکیم نے انبیاء و رسل کی خلافت کے کارنامے اپنے صفحات میں محفوظ کر رکھے ہیں۔ اس کے پرتو نے ایک اور طرح سے "واقعاتِ کربلا" کی شکل میں اس کی حفاظت کرنے کی ٹھان لی۔ جو آج تیرہ سو برس سے حق پرستوں کے قلوب کو گرمانے کا باعث بنا ہوا ہے اور ہر برس کا پہلا مہینہ اور پہلی تاریخ اس داستانِ حریت و آزادی کو دہراتی ہے، اور دہراتی رہے گی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔

"سنتِ الٰہی" رہی ہے کہ اس نے "خلافتِ الٰہیہ" کے قیام کے واسطے انبیاء و رسل کی بعثت کا سلسلہ قائم کیا اور اب جب کہ "ختمِ نبوت" ہو چکی تو خاندانِ نبوت کے ایک ایسے فرد کے اسوۂ مبارکہ سے اس مقصد کا "زندگی بخش درس" پیش کر دیا۔ جو اسی فرض کو انجام دینے کا باعث بنا جو ایسے مواقع پر انبیاء و مرسلین کی ذات سے پورے ہوتے رہے۔

"قربان جائیے قدرت کی اس کارسازی کے اور داد دیجئے اس موقع شناسی کی۔"

یہ کوئی نئی بات نہیں، ظلمت کے ساتھ نور، رات کے ساتھ دن اور کفر کے ساتھ اسلام کا معاملہ چلا ہی آتا ہے۔ جہاں فرعون و سحرِ فرعونی ہے

Marfat.com

وہاں موسیٰ اور عصائے موسیٰ بھی ہے۔ ابو جہل، ابولہب اور امیہ بن خلف کی موجودگی اگر ضروری ہے تو اُن کی سرکوبی کے لیئے محمد عربی صلعم بھی ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی!

مگر دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ معاملہ کتنا اہم ہے، مقصد کیا ہے، مقابل میں کون ہے اور مدمقابل کون پیش کیا جاتا ہے۔

خدا کی نگاہ میں اس کی مخلوق اتنی پیاری ہے کہ ہم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی بخشش اور اس کی عطا اتنی وسیع اور عام ہے کہ ہمارے قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ اور جس کی زندگی کے لیے جو چیز جس قدر ضروری ہے اتنی ہی سہل الحصول اور اتنی ہی ارزاں بھی۔ سورج کی روشنی، پانی اور ہوا کی مثال موجود ہے۔ یہی انتظامات خداوندی ہیں جو ہمیں ایک ذات کے وجود پر ایمان لانے۔ اس کا محکوم بننے اور اس سے محبت کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

ڈھونڈھ رہا ہوں چار سو مجھ کو تری تلاش ہے
جانِ جہاں کہاں ہے تو مجھ کو تری تلاش ہے

اور قدرت کے ان انتظامات میں کیا کوئی کمی، کوئی نقص اور کوئی بخل ہے نہیں، ہرگز نہیں۔ سورج چمکتا ہے تو کافر مومن سب کے گھر پر۔ بادل برستا ہے تو سب کی کھیتی پر۔ ہوا کی افراط ہے تو سب کے لیے۔

Marfat.com

پیغمبرِ آخر الزماں کی تشریف آوری ہوئی تو کَافَۃً لِلنَّاس کے قرآن نازل ہُوا تو اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِلْعَالَمِیْنَ کی شان کے ساتھ ٹھیک اسی طرح واقعاتِ کربلا بھی رُونما ہُوئے تو بلا استثنا ہر قوم کو خدا پرستی اور اس کی راہ میں حق طلبی، حق کوشی، حُریت نوازی ا جان نثاری کا سبق دینے کے لیے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

Marfat.com

حسینؑ ابن علیؑ کا انتخاب

در مسلخِ عشق جز نکو را نکشند!
لاغر صفتان و زشت خو را نکشند!
گر عاشقِ صادقی زکشتن مگریز
مُردار بُود، ہر آنکہ او را نکشند!

قیامِ خلافت کی اہمیت اور ضرورت اس سے واضح ہے کہ نوعِ انسانی کے پیدا کرنے سے پہلے اس کی تجویز کی گئی کہ ان کا خلیفہ بھی ہونا چاہیئے اس کو رسول اللہ صلعم کے صحابہ نے جیسا سمجھا اور عمل کیا، وہ اس واقعہ سے

Marfat.com

ظاہر ہے کہ جان نثارانِ رسولؐ نے رسولؐ کی تجہیز و تکفین پر بھی قیامِ خلافت کو مقدم رکھا۔ یہ اُن کی بے پناہ ذکاوت کا مظاہرہ تھا کہ رسولؐ جس غرض کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے ان کے خیال میں وہ چیز تھی اور رسول کی محبت کے معنی بھی یہی تھے کہ پہلے اس کا انتظام کیا جائے اور اسی لیے بغیر امیر کی زندگی کو ایامِ جہالت یعنی کُفر کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہاں بھی قدرت نے یہی کیا کہ ادھر "یزید بن معاویہ" کا قدم تختِ ملوکیت کی طرف بڑھا۔ اور واضح طور پر خلافت کا قلع قمع ہوتا نظر آیا کہ سپر بنا کر "حسین ابن علی" کو آگے کر دیا۔ جنھوں نے اپنی قربانی پیش کر کے صرف یزید ہی نہیں بلکہ یزید قسم کے جتنے لوگ بھی قیامت تک ہوتے رہیں گے ان کے نخلِ استبداد کی جڑ پر ضرب کاری لگا دی۔

واقعہ کی اہمیت اور وقت کی نزاکت، پیغمبرِ وقت کی متقاضی تھی۔ پیغمبر نہیں تو پیغمبر کا ہم شکل، پیغمبر کا نواسہ اور پیغمبر کے اسوۂ حسنہ پر چلنے والا سہی۔ کیونکہ مسلخ عشق ہمیشہ بڑی قربانی چاہتا ہے۔ اُس کی جو سب میں بہتر ہو۔ سب سے زیادہ بلند اخلاق ہو۔ نیکوں کا سردار ہو، عابد و زاہد بھی ہو، شب زندہ دار بھی ہو۔ حاکم وقت بھی ہو۔ دلیر و قوی بھی ہو، صاحبِ عزم بھی ہو اور صابر و شاکر بھی ؎

چھانا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی   پسلی پھڑک اٹھی نگہِ انتخاب کی

Marfat.com

لوگ اپنے لیے قربانی کا جانور موٹا تازہ پسند کرتے ہیں، پھر مسلخِ عشق میں لاغر صفتوں کا کیا کام، زشت خو کس شمار میں۔

"قرآنیوں" کو قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، قربان گاہ عشق کے لیے ہمیشہ اسی طرح کی قربانیاں پیش کی گئی ہیں اور بارگاہِ ناز میں اسی طرح کی نذریں مقبول ہوئی ہیں۔

ناموسِ شریعت کی حفاظت مقصود تھی، مخلوق کی طاعت سے منحرف کر کے شرفِ انسانی کو قائم رکھنا تھا۔ خلافتِ الہٰی اور حکومتِ انسانی کا فرق ظاہر کرنا تھا۔ نیز اس کی خاطر جو "قربان گاہ" تیار کی گئی تھی اس کے لیے "نبی زادہ" ہی کی قربانی درکار تھی۔

ہر کہ دریں بزم مقرب تر است
جامِ بلا بیشترش مے دہند!

اب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کی صلبی نرینہ اولاد کیوں باقی نہیں رکھی گئی، اور اب ظاہر ہوا کہ رسول اللہ اپنے نواسہ کو اس قدر عزیز کیوں رکھتے تھے۔

آج جس کا "اسوہ حسنہ" ازدیادِ ایمان کا باعث ہے دنیا دیکھے کہ وقت کو کس طرح اس نے پہچانا اور وقت آ گیا تو کس شان اور کس ادا کے ساتھ اس نے اپنی پوری قربانی پیش کر دی۔

Marfat.com

مُرد از بود ہر آنکہ اور انکشِند !

وقت ہی تو ہے جو کسی کا انتظار نہیں کرتا اور وقت ہی تو ہے جو اپنے وقت پر اگر استعمال نہیں کر لیا گیا تو اس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی اور وقت ہی تو ہے جو بے بہا ہے اور جس کی کوئی قیمت نہیں۔

دوسروں کے پاس چاہے جو کچھ بھی ہو لیکن اللہ والوں کے پاس وقت ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اس کو بھی کھو دیں تو پلّے رہ کیا گیا۔ اور جو وقت کو غفلت بیدردی کے ساتھ لہو و لعب میں کھو دیتے ہیں اُن میں اور وقت شناس میں فرق کیا باقی رہے گا۔

آنکس کہ ز غو غانہ رہد وائے برو!
بر خلق جہاں دل نہ دہد وائے برو!
در دست فقیر نیست نقدے جُز وقت
آں نیز، گر از دست دہد وائے برو!

Marfat.com

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

حسینؑ ابن علیؑ کی شخصیت

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ!
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ!
سرداد نداد دست بر دستِ یزید
حقّا کہ بنائے "لَا اِلٰہ" است حسینؑ!

(خواجہ اجمیریؒ)

"لَا اِلٰہ" غیر اللہ کی حکومت کی تخریب کے لیے تیشہ اور قیام "حکومتِ الٰہیہ" کے لیے سنگِ بنیاد ہے۔"
(مُصلح)

حسینؑ ابن علیؑ کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے انبیاء علیہم السّلام کی شخصیت

Marfat.com

کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور اس کے لیے قرآن کی تلاوت لازمی۔

دین کیا ہے؟ مرضیٔ مولا کا پورا کرنا ـــــ مرضی مولا کیا ہے؟ یہی کہ

(۱) وہ سب حاکموں کا حاکم عملاً تسلیم کیا جائے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ

الْحَاکِمِیْنَ ط؟ کیا اللہ سب حاکموں کا حاکم نہیں؟ بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ

مِنَ الشَّاھِدِیْنَ ط ہاں، بے شک، وہ سب حاکموں کا حاکم ہے۔

ایسا شخص، خدا سے صلح قائم رکھنے میں اگر ساری دنیا سے بھی جنگ

ناگزیر ہو تو اس کو بخوشی قبول کرتا ہے۔

ضرورت پڑتی ہے تو وہ اپنی ذات سے بھی جنگ کرتا ہے تا آنکہ

کے معاملے میں اس کو نفسِ مطمئنہ حاصل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑی

سے بڑی مصیبت کو بھی بخوشی جھیل لیتا ہے۔

وہ کسی طاقت سے نہیں ڈرتا اور وہ اس کے انجام کی پروا نہیں

وہ صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔ کیونکہ وہ متقی ہوتا ہے اور متقی کی شان عاقبت

پر جا کر منتج ہوتی ہے۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

یہی سبب ہے کہ نہایت بے پروائی اور سختی کے ساتھ یزید کے ہاتھ

کو جھٹک دیا گیا۔ سب کچھ ہو گیا لیکن یہ نہیں ہوا کہ یزید کی بیعت کی جا

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ　　دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ

سر داد، نداد دست بر دستِ یزید　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

Marfat.com

"لا الٰہ" کہنا تو اسی وقت صحیح ہے جب کہ عملاً بھی اس کا ثبوت جو۔
آخر عوام اور خواص کے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں کچھ تو فرق ہو گا۔ پھر جو
خاصوں کے خاص ہوں ان کے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا کیا کہنا۔

حسین ابن علیؑ کی شخصیت، ہمارے سامنے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کی
عملی تفسیر ہے۔

اگر کوئی شخص اس مبارک ہستی کی شخصیت سے پوری طرح واقفیت
حاصل کرنا چاہیئے تو وہ شروع سے آخر تک واقعاتِ کربلا کو قرآن کی روشنی
میں دیکھے۔ اس کے بعد دعویٰ کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ وہ عام سطح سے
بلند ہو جائے گا۔ جہاں نہ کوئی شک ہو گا نہ اعتراض۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلعم ایک دن سیاہ کمبل اوڑھے تشریف فرما
تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسنؑ آئے۔ آپؐ نے ان کو کمبل میں لے لیا
پھر امام حسینؑ آئے۔ ان کو بھی کمبل میں لے لیا۔ پھر فاطمہ زہراؑ آئیں تو ان پر
بھی کمبل ڈال دیا۔ اخیر میں حضرت علیؑ آئے تو انھیں بھی کمبل اوڑھا دیا اور
یہ آیتِ تطہیر تلاوت فرمائی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ
عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۔

اے اہلِ بیت! اس کے سوا نہیں کہ اللہ تم سے ہر طرح کی گندگی کو
دُور کر دینا چاہتا ہے اور تم کو اچھی طرح پاک کر دینا چاہتا ہے۔

Marfat.com

اللہ کا کلام جس کی شان سے منطبق ہو جائے اور زبانِ رسالت جس کا مد سمجھائے اس کی "شخصیت" کے متعلق کچھ اور اضافہ کرنے کی ضرورت ہی کب باقی رہ جاتی ہے۔ اور "تطہیر" کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہ ہو گا کہ وہ ہر طرح کے رجس سے پاک ہو گا۔ جس میں ہر قسم کی غلطیاں بھی ہیں، خواہ وہ اجتہاد ہی سہی۔

وا کر دیئے ہیں شوق نے بند نقابِ حسن
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا!

قرآن کا حوالہ گزر چکا۔ احادیث کے حوالے بھی درج ہیں۔ حضور صلعم کا ارشاد ہے:

"جو کوئی حسینؓ سے لڑے گا، میں اُس سے لڑوں گا اور جو اُن سے صلح کرے گا اُس سے صلح کروں گا۔" "جو ان کو دوست رکھے گا میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔"

"حسینؓ سردار ہیں جوانانِ بہشت کے۔"

"حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔"

نبوت کی آنکھ دیکھ رہی تھی کہ "حسینؓ کی شخصیت" سے ایک بڑی مہم ہونے والی ہے۔ بڑا گرد چلتا جانے والا ہے اور دین کی ایک ایسی ضرورت پوری ہونے والی ہے جو بنیادی بھی ہے اور عالی شان عمارت کی

Marfat.com

؎ تو خود حدیث مفصّل بخواں ازیں مجمل

قلم بشکن ورق سوز و سیاہی ریز، دم درکش
حمید ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

دوسرا پہلو

عقیدت کا پہلو بھی اسی لیے ہے کہ حضرت امام کے اندر اوصاف تھے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ زمانۂ حاضرہ کچھ اور نقطۂ نظر بھی رکھتا ہے۔ تاہم مذہبی دائرہ سے ہم باہر نہیں جا سکتے۔ اس سلسلے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کا جائزہ بھی ہم دے سکتے ہیں۔

دین پر ثابت قدمی

آنحضرت صلعم کے عہد میں جو کچھ تھا، خواہ وہ تہذیب سے متعلق ہو یا تمدن سے، تعزیرات سے متعلق ہو یا دیوانی سے۔ قرآن کا رنگ ان سب پر گہرے سے گہرا چڑھا ہوا تھا۔ خدا پرستی کا جذبہ بدرجۂ اتم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور خلیفہ دوم رضی اللہ عنہما کے دور میں یہ رنگ بھی تھا اور فتوحات کا رنگ بھی لیکن اس کے بعد ہی سیاست کا رنگ نمایاں ہونے لگا۔ مگر خاندانِ نبوت اس سے متاثر نہیں ہوا۔ پانی کی رَو آتی ہے تو خس و خاشاک کو بہا لے جاتی

Marfat.com

ہے۔ لیکن چٹان اپنی جگہ پر ہی رہتی ہے۔ یہی حال حضرت امام حسینؑ کا نظر آئے گا۔ یزید کی جانشینی تک حالات بدلے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن حضرت امامؑ کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

مذہبی مفاد

خلیفۂ دومؓ کے بعد سے ذاتی اغراض والوں کا خروج نمایاں ہے لیکن اس دور میں بھی حضرتؓ امام کے پیش نظر ذاتی مفاد نہیں ہے۔ بلکہ فقط جمہوری مفاد کے لیے سب کچھ کر رہے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ حکومت الٰہیہ کا قیام جیسا پہلے تھا ویسا قائم ہو۔ خواہ یزید ہی اپنے کو اس کا اہل بنا لے۔ لیکن اگر یہ چیز یزید کے استیصال پر موقوف ہے تو یہ بھی گوارا ہے تاکہ جمہوری نظام میں خلل نہ آئے۔ قرآن نے یہی سبق دیا ہے۔ یہاں سے بیٹا، بیٹے سے باپ اور شوہر سے بیوی کا چھوٹ جانا بھی معمولی بات ہے۔ مذہبی مفاد کے خیال نے آپؑ کو بندۂ عشق بنا دیا ہے اور یہ بات واقعاتِ کربلا پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان سب میں ملے گی۔

دُور بینی دُور اندیشی

دو شکلیں ہیں، اگر آپ واقعات کربلا کے لیے تیار نہیں ہوتے تو جو

Marfat.com

بیعت یزید پر مجبور کیے جاتے۔ اور پھر یزید جو کچھ اپ[illegible]یں ظلم و فساد برپا کرتا اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے ضمیر کا خون ہونے دیتے۔ آپ کے ایمان، آپ کی دُور اندیشی اور دُور بینی کا تقاضہ تھا کہ یزید کو راہِ راست پر لے آنے کی کوشش کریں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس کے بعد کی صورتیں اختیار کی جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اخیر دم تک آپ لڑنا نہیں چاہتے۔ صلح چاہتے ہیں لیکن اصلاح کے لیے۔

واقعاتِ کربلا رُونما ہونے والے تھے، خواہ وہ مکہ میں ہوتے یا مدینہ میں۔ چنانچہ واقعہ حرّہ[1] جو آپ کی شہادت کے دو برس بعد واقع ہوا، وہ اس پر دال ہے۔

پیغمبر زادہ کی آنکھ دیکھ رہی تھی کہ اگر اس دعوت کو قبول نہیں کیا گیا، تو حکومتِ الٰہیہ کا تخیل ہمیشہ کے لیے خواب و خیال ہو جائے گا اور انسانی حقوق اور مسلمانی وقار پھر کبھی قائم نہ ہو سکے گا۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ آپ ان حالات کے تحت خلیفہ بن بھی جاتے تو وہ بات حاصل نہ ہوتی، جو واقعاتِ کربلا کے رونما ہونے سے ہوتی۔ اسی لیے آپؓ یزید کو نااہل بھی

---

[1] یزید کے حکم سے تین دن تک مسلسل مدینہ منورہ میں قتل و غارت، بےحرمتی وغیرہ جاری رہی۔ اور یہ بھی جبریہ بیعت یزید کے لیے ہی تھی۔

Marfat.com

سمجھتے ہیں۔ جو لوگ حق کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی دعوت پر لبیک بھی کہتے ہیں، لیکن مکہ میں خلافت[1] پیش کی جاتی ہے تو اس کو قبول نہیں فرماتے۔

آپ سفر کو جاتے وقت اپنے تحفظ کے لیے کوئی تیاری نہیں کی۔ اگر آپ چاہتے تو یہ بآسانی ممکن تھا اور راستہ میں اتنے لوگ آپ کے شریک ہو جاتے کہ ۲۲ ہزار کا ۷۲ سے مقابلہ نہ ہوتا بلکہ ۲۲ ہزار سے کہیں زیادہ لوگ آپ کے ساتھ ہوتے اور فتح آپ کو نصیب ہوتی مگر جیسا کہ میں نے کہا یہ فتح نہ ہوتی۔ فتح تو اب ہوئی جبکہ آپ نے بظاہر شکست کھائی۔

حرمین شریفین کی حرمت برقرار رکھنے کے ساتھ ہی آپؑ پر خاندانِ نبوت کی حرمت کا برقرار رکھنا بھی لازمی تھا۔ اس لیے بھی آپؑ نے اُن کو ساتھ لیا۔ اور اس لیے بھی کہ لڑائی آپ کا مقصد ہی نہ تھی۔ پھر اس کی اگر نوبت آبھی جاتی جیسا کہ آ کر رہی تو ایک طرف اس کا یہ فائدہ ہوا کہ مستورات عضوِ معطل نہیں بنی رہیں بلکہ ان کی یہ خاموش رفاقت ایک الگ داستانِ حق پرستی ہے جو خواتین اسلام کے لیے کئی طرح سے سبق آموز ہے۔ دنیائے اسلام کو جہاں یزید اور یزیدیوں سے ان کی دوسری نالائق حرکتوں سے نفرت

---

[1] حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے خصوصیت کے ساتھ اس بات پر زور دیا تھا کہ آپ عازم کوفہ نہ ہوں۔ ہم آپ کو خلیفہ بناتے ہیں اور آپ کے حکم پر چلنے کے لیے تیار ہیں۔

Marfat.com

ہوتی۔ اہل بیت پر جو سختیاں گزریں اس نے اور بھی آگ پر تیل کا کام کیا۔ یہ جہاں گئے، جدھر سے گزرے، قلوب میں ملوکیت کے خلاف شعلے بھڑکتے گئے اور کیا پھر یہ نہیں ہوا کہ دوسری طرف یزید نے خود ان کی حفاظت کا سامان کیا۔ الغرض یہ شمع بجھی نہیں بلکہ آج تک اس کی روشنی باقی ہے۔

فانوس بن کے آپ حفاظت ہوا کرے!
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے!

اور پھر آپ کے پیش نظر تو "انسانیت کے شرف" اور عام مسلمانوں کے ننگ و ناموس کی حفاظت کا سوال تھا۔ ان کی بہو، بیٹیوں اور ماں بہنوں کے ایمانی تحفظ کی ذمہ داری تھی اگر اس کا حصول آپؑ کی اور آپؑ کے خاندان والوں کی غربت اور مصائب ہی سے ممکن تھا تو آپ کو اس میں پس و پیش نہ تھا۔

آں کس کہ ترا خواست جاں را چہ کند!
فرزند و عیال و خاناں را چہ کند!

آپؑ کی سیاست

حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیاست شروع سے اخیر تک مذہبی ہے اس کے جانچنے کے لیے مذہبی معیار ہونا چاہیئے۔ قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے

کارنامے موجود ہیں۔ اولوالعزمی کا ذکر پایا جاتا ہے۔ خدائی حکومت کے لیے خدا کی طرف سے جو سیاست اور اس کے اصول ہیں ان کا میل انسانی سیاست سے نہیں ہے۔ حکومت کے لیے چند انتظامی امور ہوتے ہیں جن کے سلسلۂ انتظام کا نام گورنمنٹ یا حکومت ہے اور اسی کے علم کو پالیٹکس یا سیاست کہتے ہیں۔

جناب امام عالی مقام نے حکومتِ الٰہیہ کے لیے انھیں امور کو پیش نظر رکھا جو انبیاء علیہم السلام کے پیشِ نظر رہ چکے تھے۔ تاہم اصل بحث فائدہ سے ہے لہٰذا دیکھنے کی چیز فائدہ ہے نہ کہ کچھ اور۔

ملوکیت اسلام میں پہلی مرتبہ علی الاعلان اپنا جھنڈا بلند کر رہی تھی۔ اور پھر آپ کے نانا جان کے مشن کو کھلّم کھلا چیلنج تھا۔ نہیں بلکہ حق کو باطل دھمکیاں دے رہا تھا۔ ایمان و عمل صالح کی بنیاد ڈھائی جا رہی تھی اور ایک طرح سے عملاً وہ مقصد ہی فوت ہو رہا تھا جس کے لیے انبیاء و مرسلین آئے اور قرآن کا نزول ہوا۔ اس لیے کہ قرآن حکومتِ الٰہیہ کے سوا کسی حکومت کا روادار نہیں

آپؑ کی سیاست یہی تھی کہ اس کے خلاف جس طرح کی بھی حکومت ہو، اس کے قیام میں روڑے اٹکاتے جائیں اور اگر قائم ہو چکی ہو تو اس کا قلع قمع کیا جائے اور اس کے لیے جو راستہ آپؑ نے اختیار کیا وہ اصلاح کی دعوت اور حق کی حمایت پر مبنی تھا۔ کوفہ والے اپنے کو حق کا طرف دار ظاہر

کر رہے تھے۔ اس لیے آپؓ پر ان کی حمایت واجب تھی۔ یزید اور یزیدی ناحق پر تھے اس لیے ان کو اصلاح کی دعوت دیتے رہے۔

حق اور ناحق کا معیار آپ کے نزدیک قرآن تھا۔ خلفائے راشدین کی خلافت تھی اور بار بار آپؓ اسی کا نام لے رہے تھے۔ اور اس کتاب میں اس سے پہلے یہ گزر چکا۔ کہ خلافت کا خاتمہ اور ملوکیت کا قیام عمل میں آ رہا تھا! اس کے تسلیم کرنے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ اور قرآن و حدیث کی شہادت کے سامنے کس کی ہمت ہے کہ اس سے انکار کر سکے۔

آپؓ کی سیاست کا یہ پہلو تھا کہ خزانہ اور فوج دوسری طرف ہے لوگ بھی قرنِ اوّل جیسے حق شناس اور حق کے طرف دار نہیں رہے۔ لہذا ان کو اور ان کے پیچھے آنے والی نسلوں کو خلافتِ الٰہیہ کا ایسا سبق دینا تھا جو قلوب سے کبھی فراموش نہ ہو اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خیال آپؓ کا غلط تھا اور کیسے انکار ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ مدعا حاصل نہیں ہو گیا موجودہ شکل میں یہ آپ کی سیاست دانی ہی تھی کہ آپ نے زبردست لڑائی کی تیاری نہیں کی بلکہ آپ سرے سے کسی حال میں لڑنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ اس کا انجام کشت و خون کے علاوہ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا کہ پھر ایک مرتبہ کمزور ایمان والوں کو لے کر آپ خلیفہ بن جاتے مگر آگے چل کر انجام وہی ہوتا جو اس سے قبل ہوتا آیا تھا۔ لہذا نقش پائدار وہ خلافت ہوئی جس کا آپ کی شہادت

Marfat.com

نے ہر قلب پر قیامت تک کے لیے قیام کر لیا ہے اور جس کی یاد سے ہی ایمان قوی ہو جایا کرتے ہیں۔

قدرت بھی آپ کی اسی سیاست کی تائید میں رہی ــــــ حرؓ جو آخر میں اپنے کیے کی معافی چاہتا ہے اور آپ کی طرف داری میں جان دینے کو سعادت سمجھتا ہے۔ اس سے پہلے آپ کو گھیرے میں لیے ہوتے کربلا کے میدان تک پہنچاتا ہے۔

آپؓ چاہتے ہیں کہ یزیدی آپؓ کو یزید سے بالمشافہ معاملہ طے کر لینے دیں مگر وہ اس پر راضی نہیں ہوتے۔

کوفہ والے جنھوں نے آپ کو خط لکھ کر بلایا وہ اب آپ سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ حادثہ ایسے مقام پہ گزرتا ہے جہاں امداد کا کوئی وسیلہ اور کوئی ذریعہ نہیں۔ مکہ اور مدینہ نہیں تو کوفہ ہی ہوتا وہ بھی نہیں بلکہ ایک سنسان اور چٹیل میدان ہے۔

فریقِ مخالف کے لوگ آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیتے ہیں اور آپ کے لیے فرات کے ایک ایک قطرے پر پہرہ بیٹھ جاتا ہے۔

نہ تو زمین سے کوئی امداد ہے اور نہ آسمان سے کوئی تائید کیونکہ بغیر اس "ذبحِ عظیم" کے مقصدِ عظیم حاصل نہیں ہو سکتا۔

پیکانِ آب دار کہ آید ز دستِ دوست ۔۔۔ بر عاشقانِ سوختہ بارانِ رحمت است

Marfat.com

آپؐ کی سیاست یہ تھی کہ آپؐ کے سوا اس مہم کو اپنے سر لینے والا اور اس شان کے ساتھ اس کو پورا کرنے والا آپؐ کے سوا دوسرا کوئی نہیں تھا اس لیے حق و باطل میں ہمیشہ کے لیے ایک حدِ فاصل قائم کر دینے کے لیے آپ نے پورے قرآنی اصول اور قرآنی تعلیمات کے ساتھ اپنے کو پیش کر دیا اور سرگرمِ عمل ہو گئے۔ پھر جو قدم بڑھا وہ آگے ہی بڑھتا گیا پیچھے نہیں ہٹا، یہ کہ آپؐ صرف چند نفوس کے ساتھ حکومت کے مقابلہ کو چلے ہیں، آپؐ کی ہمت، دلیری کا ثبوت بھی ہے اور آپؐ کے حق پر ہونے کی دلیل بھی۔ اور جو حق پر ہوتا ہے وہ تنہا نہیں ہوتا بلکہ حق اس کے ساتھ ہوتا ہے اور حق جس کے ساتھ ہوتا ہے، انتہائی بے سر و سامانی میں بھی سب کچھ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کو بالضرور غلبہ نصیب ہوتا ہے۔ خواہ اس کی نوعیت دوسری ہی ہو۔ اس لیے آپؐ کی نگاہ اپنے چند نفوس پر نہیں ہے۔ بلکہ اپنے مقصدِ عظیم پر ہے۔ جو بہر حال حاصل ہوگا۔ آپؐ کی نظر حق پر ہے جو ضرور ساتھ دے گا۔ اور آپؐ کی نگاہ قرآن پر ہے جس کی تعلیم ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ط ترجمہ: ایسا ہوا ہے کہ مختصر جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غلبہ حاصل کیا ہے۔

Marfat.com

وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

قرآن فہمی قرآن سے آتی ہے، کہاں پر ہلاکت ہے اور کس جگہ زندگی یہ موقع شناسی بھی قرآن ہی بخشتا ہے۔ اگر حضرت امام عالی مقام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قیام حکومتِ الٰہیہ کے لیے قربان نہ ہو جاتے تو یہ ان کی تو کیا انسانیت کی ہلاکت تھی، پس آپؑ نے جو کچھ کیا وہ ہلاکت نہیں بلکہ عین زندگی اور زندگی بخش فعل تھا۔

اگر حمایتیوں کی کثرت کے ساتھ آپؑ کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا اور بہت زیادہ لوگ کٹ جاتے تو بات ہی کیا ہوتی۔ اس قلیل سے جو کثیر فائدہ ہوا وہی زیرِ نظر رہنے کی چیز ہے۔

موت و زیست کا فلسفہ

جس طرح قرآن کے نزدیک فتح و شکست کا فلسفہ و بنیادی نقطۂ نظر

Marfat.com

سے الگ ہے۔ یہی حال موت وزیست کے فلسفہ کا بھی ہے۔ لوگ جس کو موت سمجھتے ہیں قرآن کی نگاہ میں عین زندگی ہے اور جس کو یہ زندگی سے تعبیر کرتے ہیں وہ موت سے بھی کچھ زیادہ بدتر ہے۔ اسی طرح فائدہ و نقصان کے فرق کو بھی جان لینا چاہیئے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے!

خدا پر بھروسہ اور تدبیر

آپ کو خدا پر بھروسا بھی ہے لیکن ساری نقل و حرکت میں تدبیر کارفرما ہے۔ ہر موقع پر عقل و دانائی، بصیرت و بصارت اور احتیاط کا دامن ہاتھ میں ہے۔ نہ تو اپنے ساتھیوں کو اپنا ساتھ دینے پر مجبور کرتے ہیں اور نہ اپنے کنبے والوں کو اپنی رائے سے متاثر کرتے ہیں۔ دشمن سے بچنے کے لیے خیمہ کے گرد خندق بھی کھودی جاتی ہے۔ مقابلہ کا وقت آتا ہے تو میمنہ اور میسرہ بھی قائم کرتے ہیں اور اس وقت بھی اتمام حجت کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے۔

آپ اپنے زمانہ کے اعلیٰ سیاس ہیں اور بلند پایہ مفکر۔ صاحب ضمیر ہیں اور حساس طبیعت۔ عابد و زاہد بھی ہیں اور خدا ترس بھی، انسانیت کے بھی خواہ

Marfat.com

بھی ہیں اور مسلمانوں کے لیے پُشت پناہ اور سینہ سپر بھی۔

بہرحال آپؑ کا مقصد واضح ہے۔ عزمِ کربلا آپؑ کے لیے ضروری تھا آپؑ کو مشورہ سے گریز نہیں لیکن اس کے بعد کی ایک منزل اور ہے یعنی فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ خواہ فریق مخالف پر عصبیت اور خاندانی رقابت کا الزام لگایا جائے مگر آپؑ اس سطح سے بہت بلند ہو چکے تھے جس کا آخر دم تک ثبوت دیتے رہے۔ قرآنی سیاست آپؑ کے پیش نظر تھی۔ اس میں مذہب اور سیاست دو الگ چیزیں نہیں۔ اگر آپؑ عزم نہ فرماتے تو آپؑ پر بڑا بھاری الزام رہ جاتا، اور آپ کی خموشی، حق کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتی۔ اور آپؑ کی عزلت "حکومتِ الٰہیہ" کے تصور کو قعرِ گمنامی میں ڈال دیتی اور آج جو نیک نامی اور شہرت کے آپؑ مالک ہیں ہاتھ نہ آتی۔ اور ہمارا یزیدی استبداد کے ساتھ ہی ہر استبداد سے جو نفرت کا اظہار ہے اس کا یہ عالم نہ ہوتا۔

سیرتِ حسینؓ

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

کی تفسیر

اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۝

کرامت در دو جہاں باچنیں شرفِ حسبی!
کجاست در ہمہ عالم بدیں شرفِ نسبی!

اُمّ الفضل بنت حارث کہتی ہیں۔ میں نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلعم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا اکٹ کر میری گود میں آگرا ہے میں حیران تھی کہ
اس کی تعبیر کیا ہو۔ لیکن جب آنحضرت صلعم نے سُنا تو فرمایا:
"تم نے بہت مُبارک خواب دیکھا ہے۔ فاطمہ کو خدا بیٹا دے گا اور
تم اُسے گود میں لے کر بیٹھو گی۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۴ شعبان المعظم ۴ھ بروز
مدینہ منورہ میں ہوئی۔ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً۔

ولادت کی خبر سُن کر آنحضرت صلعم اپنی لختِ جگر کے گھر آئے تو اسما
بنتِ عمیس نے کپڑے میں لپیٹ کر مولود کو حضورؐ کی گود میں دیا۔ آپ نے دائیں
کان میں اذانؔ اور بائیں کان میں اقامت[۲] فرمائی۔

حضور صلعم ہی نے آپ کا نام حسین رکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ساتویں دن عقیقہ ہوا۔ دو بکروں کی قربانی ہوئی۔ اور سر کے بال کے ہم وزن
چاندی خیرات کی گئی۔

تعلیم و تربیت

قرآنی فضا میں آپ کی پرورش ہوئی۔ کانوں میں قرآن سنے آنکھوں نے

۱؎ اللہ کی یہ بڑائی حضرت امام نے ہمیشہ یاد رکھی۔
۲؎ اس اقامت کا ایسا خیال رہا کہ تہِ شمشیر بھی نماز فراموش نہ ہوئی۔

قرآنی سماں دیکھا۔ اور جب تعلیم و تربیت کے لائق ہوئے تو نظمِ قدرت کے تحت اللہ کا رسولؐ جو مدینۃ العلم بھی تھا معلّم بنا۔ آسمانی کتاب "قرآن" نصاب میں تھی۔ بابِ علم علیؑ اس پر مستزاد تھے۔ فاطمہ بنت رسول اللہ نگرانِ حال تھیں۔ مسجدِ نبوی "قرآن یونیورسٹی" تھی۔ تو آپ کا گھر "قرآن کالج" جس نے براہِ راست خدا سے ادب سیکھا تھا۔ اور جس کے اخلاق کے بارے میں اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ آیا ہے۔

آنحضرت صلعم نے معلوم نہیں کن کن طریقوں سے اور کس دل سے ایسا پروان چڑھایا کہ صورت اور سیرت دونوں میں یگانگت سی پیدا ہو گئی۔

حدیث شریف میں ہے:

لَحْمُكَ لَحْمِي وَدَمُكَ دَمِي

حسین تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا خون میرا خون ہے۔

جس کی نگاہ پڑتی ــــ بے ساختہ بول اٹھتا!

خلعتِ قدر کہ خیاطِ کرامت آراست!

بر قد و قامتِ اقبال شما آمد راست!

حسنؑ اور حسینؑ کیا تھے ایک گھر کے اندر آفتاب اور ماہتاب یا پھر

دو گل از گلشنِ دولت دمیدہ!

دو سرو از باغِ خوبی قد کشیدہ!

Marfat.com

پیغمبرِ خدا کی والہانہ شفقت!

مدارج النبوت میں ہے۔

ایک دن امام حسن اور امام حسین اس حال میں مسجد کے اندر آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے۔ دونوں بھائی آپ کی پُشت مبارک پر بیٹھ گئے۔ اس لیے حضور نے دیر تک سر نہیں اُٹھایا۔ صحابہ نے سبب دریافت کیا تو ارشاد ہوا:

"میرے بیٹے میری پیٹھ پر بیٹھے تھے۔ مجھے گوارا نہیں ہوا کہ جب تک وہ جی بھر کے بیٹھ نہ لیں میں سر اٹھاؤں"

بُریدہ سے روایت ہے کہ:

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ اسی اثنا میں امام حسنؓ اور امام حسینؓ صغیر سنی کے سبب گرتے پڑتے پہنچے۔ آنحضرتؐ نے ان کو دیکھ کر خطبہ موقوف کیا۔ اور منبر سے اتر کر دونوں کو گود میں لے لیا۔ پھر اپنے ساتھ منبر پر بٹھا لیا۔"

کشف المحجوب میں ہے کہ:

ایک دن حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ امام حسینؓ، آنحضرت صلعم کی پُشت مبارک

Marfat.com

پر سوار ہیں۔ اور ایک ڈوری کے دونوں سرے ہاتھ میں ہیں جو حضور صلعم کے دہن مبارک میں پڑی ہوئی ہے۔ امام حسینؓ ہانکتے ہیں اور آپؐ زانو کے بل چلتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

واہ کیا اچھی سواری ہے۔

ارشاد ہوا

اور سوار بھی تو خوب ہے۔

۴ سوارے چنیں و سواری چناں

آنحضرت صلعم۔ ایک دن مدینے کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ جہاں چند لڑکے کھیل میں مشغول تھے۔ آپؐ نے لپک کر ایک لڑکے کو گود میں اٹھا لیا۔ اس کو پیار کیا اور اس کی پیشانی پر بوسے دیئے۔ صحابہؓ نے اس کا سبب دریافت کیا تو جواب ملا۔

اس لڑکے کے ساتھ میری محبت اور میرے پیار کا یہ سبب ہے کہ یہ لڑکا ایک دن میرے حسینؓ کے ساتھ کھیل رہا تھا اور اُن سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔

سچ ہے پیارے سے پیار کرنے والا بھی پیارا ہوتا ہے

Marfat.com

صحابہ کا سلوک

کسی دن کھیل کے اندر کسی بات پر صاحب زادہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کسی صاحب زادہ کو غلام زادہ کہہ دیا اُن کو ملال ہوا اور اپنے ملال کا اظہار اپنے والدِ بزرگوار سے کیا۔

خلافت مآب نے بیٹے سے کہا:

"جلدی جاؤ اور یہی بات حسین سے لکھوا لاؤ تاکہ ہمارے لیے سند ہو جائے۔"

فاروق اعظمؓ کا عہدِ خلافت، اسلام کے شباب کا زمانہ ہے جس میں ہر شخص جہاد کے ضمنی معاشی فائدے سے مالا مال ہے۔ ملکِ فارس آپ ہی کے دورِ خلافت میں فتح ہوا۔ مالِ غنیمت کی اعلیٰ قدرِ مراتب تقسیم ہوئی۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دوگنا حصہ ملا۔ انھوں نے اپنے والد سے کہا۔

"میں خلیفۂ وقت کا بیٹا ہوں۔ مجھ کو حسنینؓ سے کم حصہ ملنے کا کیا سبب ہے؟

جواب ملا:

اے عبداللہ! مالِ غنیمت کی تقسیم کا انحصار میری ذاتی رائے

Marfat.com

پر نہیں۔ ورنہ حسنینؓ کے مقابلے میں تجھے ایک حبہ بھی نہ دیتا۔

تجھے معلوم ہے کہ حسنینؓ کا نانا، اللہ کا رسولؐ، ماں رسولؐ کی بیٹی، باپ اللہ کا ولی ہے۔

رہا تیرے باپ کا خلیفہ ہونا سو وہ بھی حسنینؓ کے نانا کا طفیل ہے۔

شادی

شہنشاہِ کونین کے نواسہ کی شادی، شہنشاہِ فارس یزدجرد کی بیٹی سے ہوئی تھی جو نوشیروان عادل کی پوتی تھیں۔ قدرت نے یہ عجیب پیوند لگایا تھا۔ جو اپنی اپنی جگہ پر بھی امتیازی شان رکھتا تھا لیکن امتزاج نے کچھ اور ہی شان پیدا کر دی تھی۔

اس خوش قسمت شہزادی کا نام شہربانو رکھا گیا تھا۔ ایک تو یہ خود عالی خاندان تھیں اور اس کی وجہ سے زیورِ اوصاف سے آراستہ، دوسرے خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ سے جوڑا لگا جو سونے پر سہاگے کا کام کر گیا۔

اُن کو اپنے شوہرِ نامدار سے جو سچی محبت تھی وہ خواتینِ اسلام کے لیے سبق آموز ہے۔ چنانچہ کربلا کے میدان میں بھی یہ ساتھ رہیں اور آخیر وقت

Marfat.com

تک حق رفاقت سے مُنہ نہیں موڑا۔

آپؓ کی اولاد

صاحبزادے چھ اور آپؓ کی صاحب زادیاں تین تھیں۔

اخلاقِ کریمانہ

مشہور روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک دن چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ گرم شوربے سے بھرا ہوا پیالہ خادم کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپؓ کے چہرۂ مبارک پر گر پڑا جس سے آبلے پڑ گئے۔ آپؓ نے تادیباً اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔

اداشناس خادم نے قرآن کی آیت پڑھی، اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ

حضرت امام نے فرمایا۔ مَیں نے اپنا غصہ فرو کر لیا۔ خادم نے دوسرا ٹکڑا پڑھا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

امام عالی مقام نے بھی کمی نہیں کی۔ ارشاد ہوا مَیں نے تیرا قصور معاف کیا۔

خادم نے آیت کی تکمیل کر دی۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ط

پھر ادھر سے کیونکہ کمی کی جا سکتی تھی۔ فرمایا۔ میں نے تجھے اللہ کی راہ

Marfat.com

میں آزاد کیا اور تیر اسارا خرچ بھی اپنے ذمے لیا۔

داد و دہش

ایک شخص نے آپؑ کی خدمت میں اپنے اہل و عیال کی تکالیف اور اپنی عسرت کا ذکر کیا۔ آپؑ نے اسے تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لیے کہا۔ اتنے میں اشرفیوں کی پانچ تھیلیاں آپؑ کے پاس آئیں۔ آپؑ نے ساری کی ساری رقم سائل مذکور کو دے دی۔ ساتھ ہی عذر خواہ بھی ہوئے کہ ان چند دیناروں کے لیے تجھے انتظار کی تکلیف اٹھانی پڑی۔

داد و دہش کی داستان بڑی طویل ہے۔ اگر دونوں بھائیوں کی عطا و بخشش کے متعلق کوئی لکھنے بیٹھے تو یقیناً مستقل ایک چھوٹی کتاب کی شکل اختیار کر لے۔ اس سے حاجت روائی کے جذبہ کا جو اظہار ہوتا ہے اس کے علاوہ اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے سامنے مال و دولت کا اصل مصرف کیا تھا اور خود اپنی ذات کے لیے اس کی حقیقت کیا تھی۔

حج

تمام عمر میں آپؑ نے پچیس حج پا پیادہ ادا کیے۔ حالانکہ سواری کی کمی نہ تھی۔

نوافل

فرض نماز کے علاوہ ہر روز ایک ہزار نفل نمازیں ادا فرماتے تھے۔

شب بیداری

یادِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن مجید میں راتیں گزر جایا کرتی تھیں۔

گریہ وزاری

محبّتِ الٰہی میں درد انگیز اشعار پڑھتے اور شام سے رونا شروع کرتے تو صبح ہو جاتی۔

توبہ واستغفار

یہی حال توبہ واستغفار کا بھی تھا جو آپ کے درجات کی بلندی کا سبب بنتے تھے۔

ہجرت

راہِ خدا میں آپ نے مدینہ منوّرہ سے مکّہ معظّمہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

Marfat.com

جہاد فی سبیل اللہ

نفاذِ قوانین قرآنی، قیامِ حکومتِ الٰہی اور انہدامِ قصرِ ملوکیت کے لیے
آپؑ نے معہ اپنے رفقاء کے یزیدیوں سے جہاد کیا۔

قرآن دانی

آپؑ کی قرآن دانی کا اس سے پتہ چلانا چاہیئے کہ آپ کے خادم
تک کے روزمرہ میں قرآن داخل تھا۔

قرآن فہمی

یہ قرآن فہمی کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنی شہادت کے ذریعہ سے اسلام
کی روح سے کا سامان فراہم کر دیا۔

قرآن پر عمل

حضرت امام عالی مقام نے کربلا کے میدان میں جو کچھ کیا وہ عملی رنگ
میں قرآن تھا۔

Marfat.com

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا

حق و باطل کی آویزش

کا

آغاز

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
کو تصریحاً یا اشارۃً خلافت حاصل ہوئی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

خلیفہ ہوئے۔ اس کے بعد افاضل صحابہ میں سے چھ آدمیوں کے مشورہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی باری آئی۔ جو سنہ ۴۰ھ، ۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن صبح کے وقت زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ازاں بعد چھ ماہ تک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے۔

امیر معاویہ جو شام کے گورنر تھے۔ ان کو امارت کی خواہش بدرجۂ غایت تھی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی عجب شان تھی۔ انھوں نے گویا عظیم الشان حکومت ان کو یوں ہی بخش دی۔ مگر معاہدہ کے ساتھ اور شرطوں کی استواری کے بعد۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

۱۔ مسلمانوں پر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور خلفائے راشدین کی پیروی میں حکومت کی جائے گی۔

۲۔ اس میری دست برداری کا یہ مطلب نہیں کہ معاویہ کی طرف سے کوئی بھی جانشین بنا دیا جائے۔

۳۔ بلکہ اس کا فیصلہ مسلمانوں کی رائے پر موقوف ہوگا۔

۴۔ اس صلح نامہ میں جو عہد و میثاق ہے۔ معاویہ کو اس سے تجاوز کا حق نہ ہوگا۔

امیر معاویہ نے سنہ ۶۰ھ میں وفات پائی۔ مگر اپنی زندگی ہی میں اپنے

Marfat.com

بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اور وہ اس کے بعد امارت کے تخت پر بیٹھ
معاہدہ میں خواہ یہ بات ہوتی یا نہ ہوتی کہ

"مسلمانوں پر کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور خلفائے
راشدین کی پیروی میں حکومت کی جائے گی"

بلاشبہ ایسا ہی کیا جاتا تھا، اور جو اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ سر
سے اسلام ہی سے خارج ہے۔

بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کا اقرار لیا تھا چھ
بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اسی پر اصرار تھا۔

اب اگر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی پیروی کی جارہی تھی یا کی
والی تھی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا "اصرار" کوئی حقیقت نہیں ک
تھا اور یزید اور یزیدی اس کو ثابت کر کے دنیائے اسلام کی ہمدردی حا
کر سکتے تھے اور حضرت امام خاموش کیسے جا سکتے تھے مگر آپ کے اص
کا جواب واقعاتِ کربلا سے دیا گیا۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ کتاب ال
اور سنتِ رسول اللہ کی خلاف ورزی کی جا رہی تھی اور ابھی اور زیادہ خلاف
ورزی کی جانے والی تھی۔

"خلفائے راشدین کی پیروی کی جائے گی" کا ٹکڑا ابھی شرمندۂ مع
ہوا۔ اس لیے کہ اصحاب ثلاثہ میں سے کسی نے بھی اپنے بیٹے کو اپنا ولی

Marfat.com

مقرر نہیں کیا تھا۔ اور خلیفہ چہارم رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا نہیں کیا۔ اس خاندان کی شان تو دنیا سے نرالی تھی۔ جہاں سے خلافت تقسیم ہوتی تھی۔

اس مقدس خاندان کے مورث اعلیٰ نے تو قیصر و کسریٰ کی اس سنّت کو دفن کر دیا تھا۔ جس کا اب خلافِ معاہدہ احیاء عمل میں آیا۔ شخصی اور خاندانی حکومت کی عمارت تعمیر کی گئی اور "قرآنی جمہوریت" کی روح کو فنا کیا جانے لگا۔

معاہدہ کی دوسری دفعہ :-

اس میری دست برداری کا یہ مطلب نہیں کہ معاویہ کی طرف سے کوئی بھی جانشین بنا دیا جائے۔

یہ پہلی دفعہ کے حصّہ اخیر کی وضاحت تھی، مگر نہ متن کام آیا اور نہ شرح نہ اصُول کی پروا کی گئی نہ فروع کی۔

تیسری دفعہ

بلکہ اس کا فیصلہ مسلمانوں کی رائے پر موقوف ہوگا۔

آیت شریف وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ پر مبنی ہے جو ملوکیت ہی نہیں بلکہ ہر قسم کے شخصی استبدادی اور سامراجی قاعدہ و قانون کو مٹانے والا ہے۔

شرعاً خلیفہ کے انتخاب کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ "اگر اہلِ حل و عقد کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے

متفق ہوئے تو جمہور پر ایسے شخص کی بیعت لازمی ہے۔"

اب حال یہ ہے کہ اہلِ عراق، اہلِ کوفہ، اہلِ مدینہ اور مکہ معظمہ کے لوگ عام طور پر خود امیر معاویہؓ کو جبراً امیر بنا ہوا سمجھتے رہے۔ پھر یزید کی مخالفت کا کیا ٹھکانہ۔ یہ تو اس کی قسمت میں اخیر دم تک لکھی رہی، نہیں بلکہ قیامت تک کے لیئے۔

یہ تو ہوئے عام مسلمان جس میں جلیل القدر صحابہؓ بھی ہیں۔ یہ ہے اہلِ حل و عقد، تو وہ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، اور عبداللہ بن زبیرؓ ہیں اور جن کے سرگروہ اور سرپنچ خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو کسی طرح بھی یزید کو اس لائق نہیں سمجھتے کہ اس کو امیر بنایا جائے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔

یزید خود اپنی حقیقت کو جانتا تھا۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ لیکن سلطنت کا خون مُنہ کو لگ چکا تھا۔ سیاست مذہب کا چولہ بدل چکی تھی۔ اور آج جو بیسویں صدی عیسوی کی سیاست ہے تعجب ہے کہ یزید کے حصے میں بہت پہلے آچکی تھی۔ چنانچہ انتخاب کے میدان میں وہ کبھی نہیں آیا۔ اور ان اصحاب کو مشورہ کے لیے ایک دن بھی جمع نہیں کیا بلکہ وہی طریقہ اختیار کیا۔ جو قوت، جبر، ظلم اور خون ریزی کی فوج اپنے جلو میں رکھتا ہے۔ یزید کو صاف نظر آرہا تھا کہ اگر انتخاب کا مسئلہ چھڑ گیا تو اس کے لیے

Marfat.com

کوئی موقع اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لیے اس نے جبر اختیار کیا۔ اور اس دُوسری صورت کی تکمیل کی طرف مُتوجّہ ہوا۔

یزید کا فرمان، بیعت کے لیے

ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کے پاس یزید کا خط آیا کہ میرے باپ نے وفات پائی اور حکومت میرے قبضہ میں آئی۔ تو مدینہ والوں سے میری بیعت لے بالخصوص حسین ابن علیؑ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے۔

خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر یہ لوگ بیعت سے انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔

مروان، یزید کا ایک بڑا طرف دار مدینہ میں موجود تھا جس نے ولید کو ہر طرح سے مجبور کیا کہ وُہ یزید کے فرمان کی جلد از جلد تعمیل کرے۔

ولید نے جب اس فرمان کی تعمیل حضرت امام حسین علیہ السلام سے کرانا چاہی تو آپؑ نے شرعی اور اصُولی جواب دیا۔

"ہم اکیلے چُپ چاپ، بیعت نہیں کر سکتے کم سے کم سارے اہلِ مدینہ کو طلب بیعت یزید کی خبر دی جائے، جو سب کی رائے ہو گی اس سے مجھے ہرگز انکار نہیں۔"

Marfat.com

اصولِ جمہوریت کی بنا پر آپؑ کا جواب جو معقولیت رکھتا ہے اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ آپؑ یہ نہیں کہتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار ہے بلکہ اہلِ مدینہ کا اتفاق مقصود ہے۔ مگر آثار و قرائن سے ظاہر تھا کہ یہ معاملہ ختم نہیں ہو جائے گا بلکہ جبر و تعدّی کی باری آنے والی ہے۔ اس لیے ان مواقع پر جو قرآن سے روشنی حاصل ہوتی ہے آپ نے اس سے کام لیا انبیاء علیہم السلام جو روش اختیار کرتے رہے ہیں آپؑ نے بھی وہی روش اختیار کی۔ کیونکہ ایک مسلمان کے پاس "عبودیت" معبودِ برحق کی امانت ہے اور وہ اس کے ناموس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اس کے لیے اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ آیا ہے۔ کوئی ضرور نہیں کہ ایمان غیر محفوظ ہو اور مدینہ ہی میں ڈٹے رہیں۔ جس طرح آپ کے نانا کا عمل مکہ نہیں مدینہ سہی تھا اسی طرح آپؑ کا عمل مدینہ نہیں مکہ سہی ہُوا۔

اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر ساری قوم کی طرف سے ذمہ داریاں عاید تھیں۔

اور ایمان کی بات ہے کہ آپؑ ناموسِ خلافتِ الٰہیہ کے لیے سب سے بڑھ کر جواب دِہ تھے۔ اس لیے آپؑ کو اس مرحلہ پر سب سے زیادہ احتیاط کا قدم اُٹھانا تھا۔ سب سے بڑھ کر تدبیر سے کام لینا تھا۔ سب سے اعلیٰ سیاست دان ہونا تھا اور ہمت و بہادری، جرأت و حمیت، با ضمیر

Marfat.com

اور بلند و بالا کیریکٹر کا مظاہرہ کرنا تھا۔ خواہ اس کو دنیا کچھ ہی سمجھے، اس کے بارے میں کچھ ہی کہے، اس کا انجام کچھ ہی ہو۔ اور اس کے لیئے جیسی بھی مصیبتیں جھیلنی پڑیں اور جیسی بھی قربانیاں دینی پڑیں۔

"کیونکہ مقصود کا حصول اصل چیز ہے۔" اور پھر جب معاملہ خدا سے ہو تو بندوں کی رائے و فکر ہے کس شمار میں۔

بے شک حضرت امام نے بیعت یزید سے انکار کیا، نہیں بلکہ غیر اللہ کی حکومت سے انکار کیا، حق کے باطل سے دب کر رہنے سے انکار کیا، قرآنی جمہوریت کو دنیا کے گھاٹ اترتا دیکھنے سے انکار کیا۔ بے ایمان بننے سے انکار کیا، بزدل بننے سے انکار کیا، سیاسی جوڑ توڑ سے انکار کیا۔ بے ایمانوں جیسی ماحول پرستی اور مصلحت اندیشی سے انکار کیا۔ ملوکیت کا ساتھ دینے کے اثم و عدوان پر تعاون سے انکار کیا۔ حق و باطل کو گڈمڈ کرنے سے انکار کیا اس لیئے کہ ایک عذب فرات تھا اور دوسرا ملح اُجاج۔

حضرت امامؑ نے بیعت یزید سے انکار کر کے "قرآنی حریت و حق نوازی" کا دیباچہ قائم کر دیا جس کے لیے آگے چل کر آپؑ کے پاک خون کی سیاہی سے کتاب شہادت کی کتابت ہونے والی تھی۔

خدا کے اولوالعزم بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ ابن الوقت نہیں ہوتے بلکہ ابوالوقت ہوتے ہیں۔ وہ زمانے کے رُخ پر نہیں چلتے بلکہ

زمانہ کو اپنے رُخ پر چلاتے ہیں۔ دریا کے بہاؤ میں نہیں بہتے بلکہ دریا کو اپنے رُخ پر بہنے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ "قرآن ایک عصرِ نو" آشکار ہو۔ اس کے لیے حضرت امام کو بیعتِ یزید سے انکار ضروری تھا۔

Marfat.com

ہجرت

إِنَّ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

دہر میں مسلم ہے حق کی آزمائش کے لیے

تمغۂ ایماں نہیں ملتا نمائش کے لیے

"شرک فی الحکومت کے قبول کرنے سے انکار انبیاء علیہم السلام کی پہلی سنت تھی۔ حضرت امامؒ اب ہجرت کر کے دوسری سنت کو پورا کر

Marfat.com

رہے تھے کیونکہ حق کی خاطر وطن کو چھوڑا جا سکتا ہے لیکن وطن کے لیے حق
کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

پھر اللہ والوں کا کعبۂ مقصود اللہ کے گھر کے سوا اور کونسا مقام ہو سکتا
تھا اس لیے مدینہ سے مکہ کو روانگی طے پائی۔

قدرت کے بھی عجیب کرشمے ہیں، ایک وقت تھا کہ ناناؐ نے مکہ سے
مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اب اسی مقصد کے لیے نواسےؑ مدینہ سے مکہ کی
طرف ہجرت پر مجبور ہوا ہے۔

نانا جان کے مزار اقدس پر حاضری دی گئی، ظاہری و باطنی سلام و
پیام ادا کیے گئے۔ معلوم نہیں کیا سنا اور کیا کہا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ راز
و نیاز کی کیا باتیں ہوئیں۔ کتابوں میں جو لکھا ہے وہ وہی ہے جس کے لیے
یہ کتاب لکھی گئی۔ اور جو اتنا واضح ہے کہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔
آپ نے فرمایا:

"نانا جان دعا فرمائیے کہ آپؐ کا حسینؑ صراط مستقیم پر
قائم رہے۔ میرا ارادہ ہے کہ وقت آنے پر میں سب کچھ خدا کی
راہ میں قربان کر دوں۔"

اور خدا گواہ ہے کہ آپؑ نے اس کو حرف بہ حرف پورا کر کے
دکھا دیا۔ راہِ عاشقوں کو منزلِ جاناں تک پہنچانے میں ہمیشہ ممد و معاون

Marfat.com

اور دمساز رہی ہے۔ چنانچہ حضرت امام بھی معہ اہل وعیال مدینہ سے مکہ کی طرف رات ہی میں روانہ ہو گئے۔

روانگی کے وقت آپؑ کی زبان پر وہ آیت تھی جو فرعونیوں سے جدا ہوتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام تلاوت فرما رہے تھے۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (ترجمہ: موسیٰ وہاں سے ڈرتے ہوئے نکلے، اور بولے اے میرے رب اس ظالم قوم سے مجھے بچا لے۔) اور جب مکہ معظمہ میں پہنچے تو اس آیت کو پڑھ رہے تھے۔ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ (ترجمہ: اور جب مدین کی طرف رخ کیا تو کہا، مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لی جائے۔)

• مکہ والے گویا چشم براہ تھے، اور زبانِ حال سے ہر متنفس یہ کہہ رہا تھا ؎

• رواقِ منظرِ چشمِ من آشیانۂ تُست!
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تُست!

Marfat.com

حق کی پکار پر لبّیک!

یوں تو امیر معاویہ کے عہدِ امارت میں بھی کوفہ والے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کے خطوط لکھ چکے تھے۔ مگر یزید کا دَور آیا تو ان کی رگِ حمیّت زور زور سے پھڑکنے لگی۔ اور خط پر خط بھیجنے لگے۔ اور ہر خط میں اُسی کا ذکر اور اُسی کا واسطہ تھا جو ایسے وقت میں ایک مسلمان کی طرف سے ہونا چاہیئے۔

مکّہ، مدینہ، عراق اور کوفہ اسلامی دنیا میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جہاں کے لوگ یزید کو پسند کرتے ہوں۔ اگرچہ جبریہ اور غرض مندوں کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا مگر سوادِ اعظم اپنا ہاتھ کھینچے ہوا تھا۔ اور شریعت نے امام کے مقرر کئے جانے پر جو زور دیا ہے اور بغیر امام کی زندگی کو مسلمانوں کے لیے

Marfat.com

ایامِ جہالت کی زندگی سے تعبیر کیا ہے وہ بھی سامنے تھی اس لیے یہی وقت تھا کہ حضرت امامؑ صحت کے ساتھ منصب خلافت کے قیام کے لیے متوجہ ہوتے۔

اس نکتہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ امیر معاویہ کی امارت بھی جبریہ تھی۔ عام طور پر مسلمان ان سے بھی بیزار تھے مگر حکم شریعت کے بموجب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی کیونکہ خروج و بغاوتِ امیر اور اس کے مفسدے سے بہ نسبت دوسروں کے آپؑ اچھی طرح واقف تھے۔ مگر امیر معاویہ کی وفات کے بعد ایک تو معاہدہ کے پورا کرانے کا موقع تھا جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ دوسرے یزید کی امارت ابھی قائم ہی نہیں ہوئی تھی۔ تیسرے یہ کہ آپؑ کا اب اس طرف توجہ نہ فرمانا عام مسلمانوں میں خلفشار کا باعث تھا۔ فتنے ہر طرف سے جھانک رہے تھے اور جو شیرازہ پہلے ہی بکھر چکا تھا اب اور بھی زیادہ بکھر رہا تھا۔ حالات یہ تھے جب کہ بظاہر کوفہ والوں نے دعوت دی اور مسلسل و پیہم خطوط کی ڈاک بٹھا دی کہ حضرت امام ان کی صدا کو سنیں مگر یہ باطن واقعی حق کی پکار بلند ہو رہی تھی جس سے حضرت امام کے سوا کوفہ والوں کے کان بھی نا آشنا تھے۔

محمد بن بشر الہمدانی خاندانِ نبوّت کے عقیدت مندوں میں ہیں وہ کہتے

ہیں کہ امیر معاویہ کی وفات کی خبر سن کر "ہم شیعانِ علیؑ" سلیمان بن صرد کے یہاں جمع ہوئے اور بالاتفاق طے پایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو خلیفہ بنایا جائے۔ چنانچہ آپؑ کے نام آپ کی طلبی کی غرض سے ایک خط لکھا گیا۔ جس کی عبارت یہ تھی:

کوفہ والوں کا پہلا خط

جو جمیع اہلِ کوفہ کی طرف سے تھا اور جس پر ان کی نیابت میں خط پر سلیمان بن صرد، مسیّب بن نجبیہ، رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر کے دستخط ثبت تھے۔

یہ شخص (امیر معاویہ) امّت پر مسلّط ہو گیا تھا۔ ان کے حقوق چھین لیے تھے۔ بیت المال کو غصب کر لیا تھا۔ ان کی رضامندی کے بغیر ان پر حاکم بن بیٹھا تھا۔ اُن کے نیکوں کو قتل کر ڈالا۔ بدوں کو چھوڑ رکھا۔ خدا کے مال کو جبّاروں اور امیروں کے لیے غرور اور گھمنڈ کا سبب بنا دیا۔ اس کے لیے ویسی ہی تباہی ہو جیسی ثمود پر نازل ہوئی تھی۔ اس وقت ہم پر کوئی امام نہیں ہے۔ آپؑ آئیے تاکہ خدا آپؑ کے ذریعہ سے ہمیں حق پر جمع کر دے۔

عمائدینِ کوفہ کا یہ خط آج کی تصنیف نہیں ہے بلکہ تاریخ و سیر کی مستند

کتابوں میں اُس وقت سے موجود ہے۔ جب سے واقعاتِ کربلا قلمبند ہوئے اُس کی پوری عبارت سے ظاہر ہے کہ اس وقت تک کوئی خلیفہ مقرر نہیں ہوا تھا جس کے خلاف صدا بلند ہو رہی تھی ہاں مُظنّہ ضرور تھا کہ یزید خلافت کا دعویٰ کرے گا۔ جس کو لوگ پہلے ہی سے ناپسند کر رہے ہیں۔

اب حضرت امام حسین علیہ السلام کو کیا کرنا چاہیئے تھا؟ وُہ کون سا راستہ اختیار کرتے؟ کیا آپ یہ کرتے کہ "ہمیں اس سے غرض نہیں۔ جو کچھ بھی ہوتا ہو نے دو" یا پھر وہ راستہ جس کو آپؑ نے اختیار کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اگر خموشی اختیار کرتے تو طوائف الملوکی کا بھی خدشہ تھا۔ اور معلوم نہیں اس شکل میں کہاں کہاں اور کس کس شکل میں خون ریزی اور فساد رُونما ہوتے۔

صورتِ حال کا ایک مرتبہ پھر اختصار کے ساتھ جائزہ لینا چاہیئے:

۱۔ قرآن خلافتِ الٰہیہ کا خواستگار ہے۔ وہ شخصی امارت میں تبدیل ہو چکی تھی۔

۲۔ امیر معاویہ سے جو مُعاہدہ ہوا تھا وہ ٹوٹ چکا ہے اور اس کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

۳۔ مسلمانوں کا کوئی امیر باقی نہیں رہا ہے۔

۴۔ (جیسا کہ آگے آتا ہے) مکہ میں آپ کو خلافت پیش کی جا رہی ہے۔

مگر آپ امین کو قبول نہیں کرتے۔

۵۔ کوفہ والے جو کچھ کہہ رہے ہیں شرعی نقطۂ نگاہ سے بجا و درست برمحل ہے

عبارت کے اخیر کا جملہ

"آپ آیئے تاکہ خدا آپ کے ذریعہ سے ہمیں حق پر جمع کر دے۔"

• خاص طور پر توجہ کا مستحق ہے۔ آپؑ کے کوفہ جانے سے کوفہ والوں کے شور و شغب کا خاتمہ ضروری تھا۔ جب فضا سازگار ہو جاتی تو پھر یزید کو راہِ راست پر لانے کا بھی موقع ہو سکتا تھا جس کا آپؑ اخیر تک اظہار کرتے رہے ہیں۔ آگے آتا ہے کہ آپ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اسی غرض کے لیے بھیجا ہے کہ وہ کوفہ پہنچ کر ان کے جوش کو فرو کریں۔ لیکن جو گورنر پہلے سے مقرر ہے بحالہ حاکم رہے گا۔

قرآن نے صلح کو خیر کہا ہے، اصلاح کو ضروری بنایا ہے۔ فساد کو قتل سے بھی بڑھ کر شمار کیا ہے۔ حضرت امام کے پیشِ نظر بھی یہی چیزیں رہی ہیں۔

اس سلسلے میں جن لوگوں کے ایمان کمزور ہیں۔ ان کو بطور دعا یہ شعر پڑھنا چاہیئے:

بہ داغِ تازہ می حنا دہ نہ زخمِ کہنہ می کارد
بدہ یارب دلے کیں صورتِ بیجاں نمی خواہم!

ان کو کچھ کرنا نہیں ہے اس لیے کرنے والے کے متعلق کچھ کہنا ضروری

Marfat.com

سمجھتے ہیں تاکہ اس کے دامن میں پناہ ملے۔ یہ جمع کرنے کی فکر میں زندگی کے دن گزارتے ہیں۔ اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَہٗ اور دوسرے کو لٹنے لٹانے میں لذت ملتی ہے۔

لٹنے لٹانے کی لذت پوچھ نہ مجھ سے اے صبا،

برق کو دعوت دیتا ہوں تنکے جب میں چنتا ہوں!

یہ خط ۱۰ رمضان المبارک کو آپؑ کے پاس پہنچا۔ اس کے دو ہی دن کے بعد حضرت امامؑ کی خدمت میں اکٹھے ترپن (۵۳) خط مزید پہنچے۔ جن میں قریب قریب ہر ایک کے اندر یہ مفہوم تھا۔

حسینؑ ابن علیؑ کے نام، ان کے طرفدار مومنوں اور مسلمانوں کی طرف سے۔

اما بعد! جلدی کیجیے، کیونکہ لوگ آپؑ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم آپؑ کے سوا کسی کو نہیں چاہتے۔ جلدی کیجئے۔ جلدی کیجئے۔

اس کا یہی مطلب ہے کہ لوگ بہر حال یزید کو نہیں چاہتے، آپؑ کو چاہتے ہیں۔ اگر آپؑ انکار کر دیتے کہ ہم تمہاری دعوت قبول نہیں کرتے جب بھی وہی بددلی اور خلفشار کا موقع تھا۔ اس لیے معاملہ نے جو نزاکت اختیار کر لی تھی اس کا یہی تقاضہ تھا کہ آپؑ کوفہ پہنچیں اور پہلے کوفہ والوں

Marfat.com

کو سنبھال لیں اس کے بعد دوسرے معاملات کی طرف متوجہ ہوں۔ خواہ خلیفہ کوئی بھی ہو۔ یزید اور یزیدیوں کو اگر اپنی کمزوریوں کا علم نہ ہوتا اور اپنی پڑی نہ ہوتی تو حضرت امامؑ کے بارے میں یہ روش اختیار نہ کرتے اور نہ اس میں عجلت سے کام لیتے۔ انھوں نے تو سب کچھ چھوڑ کر آپؑ کو اور آپؑ کی بیعت کر لینے کو ہی سب کچھ سمجھا۔ خواہ ابدی لعنت اور تباہ ہونا ہی ان کے حصہ میں آ رہا ہو۔

ان خطوط کا حضرت امامؑ پر کبھی بھی ایسا اثر نہیں ہوا کہ رخت سفر باندھنے پر مجبور ہوتے یا ان خطوط کی وجہ سے مقصد عظیم کا خیال پیدا ہوا ہوتا نہیں بلکہ آپؑ خود اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ "قیام حکومت الٰہیہ" کے لیے آپؑ کو کچھ کرنا ہوگا۔ خواہ دنیا آپؑ کا ساتھ دے یا نہ دے۔ لیکن جب آپؑ کو اسی مقصد کا جو ہر مسلمان کی زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے۔ اہلِ کوفہ کے دلوں میں ہونا بھی معلوم ہوا تو آپؑ کے لیے عذر کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اس لیے آپؑ نے اس دعوت کو قبول کیا۔ آپؑ کی طرف سے ان خطوط کا جو جواب دیا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

"تمھاری تحریروں کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تم پر کوئی امام نہیں ہے، اور تم مجھے اس لیے بلاتے ہو تاکہ میرے ذریعہ سے خدا تمھیں حق و ہدایت پر جمع

Marfat.com

کر دے۔" میں تمہارے پاس پہلے اپنے بھائی مُسلم کو
بھیجتا ہوں اسکے بعد خدا کو منظور رہے تو میں بھی آ جاؤنگا
بلیشک مسلمانوں کا امام وہی ہو سکتا ہے۔ جس کا
عمل قرآن پر ہو اور جس کی زندگی خدمتِ خلق کے
لیے وقف ہو۔"

کیا اس جواب سے اس بات کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت امامؑ کوئی غلطی کر رہے ہیں۔ یا آپؑ اپنی ذات کے لیے کچھ کرنے کے لیے بیتاب ہیں۔ اگر کچھ ہے تو یہ کہ ایک مقصدِ اعلیٰ کے حصول کا خیال ہے۔ خلق خدا کی بھلائی مدّنظر ہے اور اس کے لیے اصلاح اور نیکی کا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنے چچیرے بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو چند ہدایات کے ساتھ کوفہ روانہ کیا جس میں ایک ہدایت یہ بھی تھی:

"نعمان بن بشیر (گورنر کوفہ) جس طرح حاکم ہیں بحالہ رہیں گے۔"

امام مسلم کو کوفہ روانہ کرنے کے بعد آپؑ نے بھی حسب وعدہ سفر کی تیاری شروع کی۔

Marfat.com

خلیفہ بننے سے انکار

سازش، ڈپلومیسی، پالیسی اور اسی قسم کی دوسری چیزیں جو دنیا حکومت حاصل کرنے اور اس کے قائم رکھنے کے لیے استعمال کرتی ہے۔ اس کا تو یہاں نام و نشان بھی نہیں، طرفہ یہ ہے کہ حضرت امام آزاد ہیں۔ موقعہ حاصل ہے۔ لوگ اصرار کر رہے ہیں مگر آپؑ اس کے قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں کیونکہ قرآن اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ جو کچھ کرنے کو کہتا ہے خدا کے لیے کرنے کو کہتا ہے۔ ایک سچے قرآنی کی نگاہ میں، صرف ایک ہی کی گنجائش ہوتی ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ مبارک ہے۔ اس کے (...) سوا کچھ باقی ہی نہیں رہتا جو اس کی آنکھ میں سما سکے اور جب کل سما جائے تو جزو کا ذکر ہی کیا۔

اب کون رہا ہے جس کو دیکھوں
اک تم تھے جو آ گئے نظر میں

دین کا اور توحید کا خالص ہونا تو یہی ہے۔

کاجل ڈاروں کِرکِرا سُرمہ دیا نہ جائے
جن آنکھن میں پیو بسیں دوجا کون سمائے

مکّہ میں آپؑ کے عزمِ کوفہ کی خبر پھیلی تو جوشِ محبت کے دریا اُبل پڑے

کسی کو بھی یہ گوارا نہ تھا کہ آپؑ داغِ مفارقت دیں۔ اس موقعہ پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جن کا ایک خاص مرتبہ ہے۔ آپؑ سے کہا:

"ہم آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں (آپؑ کو خلیفہ بناتے ہیں) آپ مکہ سے نہ جائیں۔"

آپ کی طرف سے یہ جواب تھا کہ ہمارا یہ مقصد ہی نہیں جب اصرار زیادہ بڑھا تو ارشاد ہوا میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے:

"مکہ میں ایک شخص ظاہر ہو گا جو اس کی حرمت کو باقی نہیں رکھے گا میں نہیں پسند کرتا کہ وہ شخص میں ہوں۔"

آپؑ ابھی مدینہ کو چھوڑ چکے تھے اور اب مکہ کو بھی چھوڑنے کی تیاری تھی۔ حالانکہ حسین کو مکہ والا اور مدینہ والا پیارا ہوتا ہے۔ وہ مکہ اور مدینہ کو ضرور پیار رکھتا ہے لیکن مکہ اور مدینہ والے کے پیار کا راستہ خدا کے فرمان اور رسولوں کے اُسوۂ حسنہ سے ہو کر گیا ہے۔

حضرت امامؑ نے جو خط کوفہ والوں کو لکھا تھا اس میں یہ بھی تھا:

"کعبۃ اللہ میں جو زندگی گزر رہی ہے وہ مجھ کو بہت عزیز ہے۔"

مگر مقصدِ عزیز کے لیے اس کا چھوڑنا بھی گوارا ہے۔ اور کیوں نہ ہوتا کہ بال بال سُنّتِ رسول ادا ہو رہی تھی اور قدم قدم پر اسوۂ حسنہ پیشِ نظر تھا۔ آنحضرت صلعم نے بھی تو کعبہ سے ہجرت کے وقت کعبہ کو مخاطب کر کے

فرمایا تھا:

"اے کعبہ مجھے تو بہت عزیز ہے۔ میری قوم اگر مجبور نہ کرتی تو میں تجھ سے جدا نہ ہوتا"

قرآن میں بھی تو کم و بیش اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ "ایمان والوں کے دل کعبہ کی طرف لگے رہیں گے"

یا تو مکہ والوں نے ابھی کچھ ہی مدت ہوئی تھی کہ آپؑ کے آمد کی مسرت حاصل کی تھی یا اب ان کے یہ کہنے کا وقت آگیا تھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد!
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد!

سب کی تمنا یہ تھی کہ آپؑ مکہ سے نہ جائیں، ہر ایک کہہ رہا تھا:

اے بدلم گرفتہ جا، لطف کن از نظر مرو!
مرہم سینہ چوں توئی، مرہم دیدہ ہم توشو!

سب نے سب کچھ کہا مگر آپؑ نے کسی کی بھی نہیں سُنی۔ اخیر میں سب کو یہ کہنا پڑا:

کردہ عزم سفر حفیظ خدا یار تو باد!
فضل حق از ہمہ آفاق نگہدار تو باد!

آپؑ کے عم زاد برادر۔ عبداللہ بن جعفر نے بھی مدینہ سے ایک خط بھیجا

Marfat.com

ں میں لکھا تھا:

"خدانخواستہ! اگر آپؑ قتل ہو گئے تو زمین کا نور بجھ جائیگا۔
اس وقت صرف آپؑ ہی ہدایت کا نشان اور اہلِ ایمان کی
اُمیدوں کا مرکز ہیں۔"

ایک ہی معاملہ ہے مگر نقطۂ نظر مختلف۔ حضرت امامؑ وہی چاہتے ہیں
ں کو لوگ نہیں چاہتے۔ لوگ جان بچانے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔
آپؑ جان دینے کے راستے تلاش کر رہے ہیں۔ کیونکہ لوگوں کے نزدیک
سیاست اور مقصدِ عظیم سرے سے ہے نہیں جو حضرت امامؑ کے ذہن
ں ہے۔ آپ جس ذہنی اور مذہبی انقلاب برپا کرنے کے درپے اور متلاشی
ں وہ کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہے۔ پھر کیا لوگوں کو آپؑ زبانی اس
وعظ دینے میں زندگی بسر کرتے یا عملاً ایک خاموش وعظ میدانِ کربلا میں
رما دیتے جس کا ایک ایک ذرہ آج تک "حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا وعظ
ہہ رہا ہے"۔ آپؑ کی طرف سے اس خط کا جو جواب تھا اس کا خلاصہ یہ ہے:

میخواہم از خدا، بدُعا صد ہزار جاں
تا صد ہزار بار بمیرم برائے اُو!

بے شک آپؑ قتل ہو گئے مگر زندۂ جاوید ہونے کے لیے یہی نہیں بلکہ
ذموں اور ملکوں کو زندۂ جاوید کرنے کے لیے بھی۔

آپؐ کی ہدایت ختم اور اُسی زمانہ کے لیے محدود نہ رہی بلکہ آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

درحقیقت آپؐ زمین کا نور تھے اور ہیں۔ کیونکہ خدا کا نور پھونکو نہیں بجھتا۔ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ ط

عبداللہ بن جعفرؓ آپؐ کے مزاج سے واقف تھے اپنا خط بھ بیٹھ نہیں رہے۔ اس کو ناکافی سمجھ کر مدینہ کے گورنر کا ایک سفارشی دو آدمیوں کو دے کر اُس کے بعد ہی بھیجا تاکہ وہ آپؐ کو کوفہ جانے کے ا سے باز رکھیں۔

حضرت امام نے خط پڑھ کر قاصدوں سے کہا:

"میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہے۔ مجھے ایک حکم دیا گیا ہے۔ میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔ خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی برآمد ہو۔"

قاصد نے دریافت کیا وہ خواب کیا ہے؟

جواب ملا۔

"میں نے کسی کو بھی اپنا وہ خواب نہیں بتایا ہے
اور نہ آخر دم تک بتاؤں گا۔"

باکسے ہرگز نہ گویم رازِ او را
در قیامت ہم شوم وسایۂ

جان پر بھی بن جائے تو یہ باتیں نہیں کہی جاتیں

رفتیم و دہم جز تو در سینہ نہفتیم!
با ہیچ کسے حالِ دلِ خویش نگفتیم!

حریم راز کے یہ ناز نامحرموں سے نہیں کہے جاتے۔

آں راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ است
بردار تواں گفت و بہ منبر نہ تواں گفت!

لوگوں کی نگاہ میں مقام اور حالات بڑی اہمیت رکھتے ہیں مگر امام والا مقام کی نگاہ میں وُہ تھا اور اس کا حکم تھا جو مقام و حالات کا مالک ہے جس کا ہر اشارہ عبادت کا حکم رکھتا ہے۔

بندۂ را کہ بفرمانِ خدا راہ رود
نگذارند کہ در بندِ زلیخا ماند!

حضرت امام کا مقصد اور تھا، راستہ دوسرا تھا اور منزل الگ تھی۔

راہے کہ خضر داشت ز سرچشمۂ دور بود
لب تشنگی زراہِ دگر بردہ ایم ما!

آپؑ کی مبارک گردن میں رشتۂ عبدیت پڑا ہوا تھا۔ اور اس کا سرا معبودِ برحق کے ہاتھ میں تھا۔ اس لیے جدھر اور جس واسطے اس کو حرکت دیتی آپؑ بھی اس پر گردش کرتے۔

Marfat.com

رشتہ در گردنم افگندہ دوست!
می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست!

خدا نے آپ کو تماشا گاہِ عالم بنایا تھا اس لیے ہر شخص کو یہ
ہی چاہیئے تھا۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو!
تو کجا بہر تماشہ می روی!

لوگوں نے آخر میں کہا! اگر آپ نہیں مانتے تو اتنا کیجئے کہ تنہا
لے جایئے۔ اہل و عیال یہیں رہیں اس کا جواب بھی نفی میں تھا۔

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند!
فرزند و عیال و خاناں را چہ کند!

اس کے جو فائدے مترتب ہوئے اور اخلاقی نیز سیاسی حیثیت
سے اثرات پھیلے اور آج تک پھیل رہے ہیں۔ اس کا جاننے وال
آپ کے سوا دوسرا کوئی نہیں تھا۔

اسی لیے مصائب کربلا کی حیثیت تاریخی بھی ہے۔ مذہبی بھی اد
بھی۔ ان میں سے ایک کو دوسرے سے جدا کرنا گوشت کا ناخن
جدا کرنا ہے اور اسی لیے صرف ثواب کی نیّت سے حضرت امامؑ ک
منانا یا کسی اور طرح کے مشاغل میں مبتلا ہونا اور لوگوں کو مبتلا کرنا

حضرت امام علیہ السلام کے اصلی کارناموں اور حقیقی مقصد کی روح پر ظلم کرنا ہے۔

با آنکہ صرف شد ہمہ عمرم در انتظار
آگہ نیم ہنوز کہ چشمم براہِ کیست!

Marfat.com

بحرِ ابتلاء و مصیبت

کی

شناوری

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا
تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ
صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ
وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

ازیں مصائبِ دوراں مدام شاداں باش
کہ تیرِ دوست بہ پہلوئے دوست می آید!

Marfat.com

فلسفۂ موت و حیات

قرآن کا موضوع انسان ہے، اس لیے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اس نے اپنے رنگ کی سیر حاصل بحث کی ہے اور ایک روشنی بخشی ہے۔ بالخصوص "موت و حیات کا خدائی فلسفہ" اپنی جداگانہ اور نرالی شان رکھتا ہے۔ اس کے لیے "جہاد فی سبیل اللہ" کا مسئلہ گویا بقائے قومیت اور ارتقائے مسلمانی کے لیے روح رواں کی حیثیت سے بھی کچھ زیادہ اہم ہے۔

زیب عنوان آیت اسی جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک ضابطہ ہے، تعلیم ہے، معیار ہے اور ساتھ ہی "قرآنی فلسفہ" کے ماتحت اس کے نتائج کا بھی ذکر ہے۔

ایک مسلمان کا جینا اگر خدا کی مرضی کے مطابق نہیں ہے تو وہ قرآن کی نگاہ میں موت ہے۔ اور اگر احکاماتِ خداوندی کی تکمیل میں موت آئی ہے تو وہی زندگی ہے۔ گویا جینا اس کے لیے ہے کہ خدا کی راہ میں مرنا ہے۔ اور مرنا اس لیے ہے کہ زندگی حاصل ہو۔ بلکہ

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

قرآن کے مخصوصات ہیں" خدا کی راہ میں مرنے والوں کی موت کا۔

Marfat.com

جس انداز میں ذکر ہوا ہے وہ بھی قرآن ہی کا حصہ ہے۔ اور یہ قرآن کا انقلا
فلسفہ ہی تھا جس نے قرن اوّل کے مسلمانوں کے لیے مرنا آسان کر د
تھا اور آج اسی کے فقدان سے عزت کا جینا مشکل ہو گیا ہے۔

کرنے کا ہے جو کام وہ کرنا نہیں آتا!
مرتے ہیں مگر اس پہ بھی مرنا نہیں آتا!

اسلاف مرنے ہی کو زندگی سمجھتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ ان کو
آ بھی گیا تھا مگر خلف ہیں کہ اُن کو جینا آتا ہے اور نہ مرنا آتا ہے۔ اس
سبب یہ ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد ہی صحیح نہیں، اور مقصد اس لیے
صحیح نہیں کہ قرآن پر عمل نہیں اور عمل کے نہ ہونے کا سبب صحیح علم کا
ہونا ہے۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند! در شہنشاہی، فقیری کردہ اند
پادشاہی بود و ساماں نے نداشت! دست او جز تیغ و قرآں نے نداشت

"صحیح زندگی" اور" زندگی کا صحیح مقصد، ہر مشکل کو آسان کر دیتا
ہر کڑی جھیل لینے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ غم کو خوشی میں تبدیل کر دیتا ہے
مصائب اور قربانیوں کو لذیذ بنا دیتا ہے۔

بے چین دل ہے درد کی لذت کے واسطے
کانٹے چبھو رہا ہوں اذیت کے واسطے

Marfat.com

"دین کا غم" بھی "صحیح زندگی" اور "زندگی کے صحیح مقصد" پر منحصر ہے اور یہ بھی سب کے حصّہ کی چیز نہیں۔

ہر مدعیِ عشق بو آلہوس را نہ ہند! — سوزِ غمِ پروانہ بکس راند ہند!
عمرے باید کہ یار آید بکنار! — ایں دولتِ سرمد ہمہ کس راند ہند!

اس غمِ عشق کی اہمیت اس سے واضح ہے۔

گر عشق نہ بودے و غمِ عشق نہ بودے
چندیں سخنِ عشق، کہ گفتے کہ شنودے

اور دراصل اس غمِ عشق کے پردے میں کسی اور کی طرف آنکھ اور دل لگا ہوتا ہے۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست!
اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست!

"ایسوں" کا "ایسے" کی راہ میں جان دینے کے بعد بھی کچھ اور عالم ہوتا ہے۔

جان دادم و لفتا سے ہوائے تو در دلم!
رفتم بخاک و تخمِ وفائے تو در دلم!

حضرت امام حسین علیہ السلام کا طغرہء امتیاز بھی یہی "قرآنی فلسفہء موت و حیات" تھا، جس نے آپ کو لازوال شخصیت کا مالک بنا دیا۔ اگر آپ کی

Marfat.com

زندگی کا نصب العین اعلیٰ و ارفع نہ ہوتا تو دُنیا کے لیے حق وصداقت اور اس کے لیے بروقت قربانی کا جذبہ ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سو جاتا۔ اور آج مُردہ دلوں کے لیے "پیامِ زندگی" ثابت ہونے کے لیے ایسی کوئی چیز رہ نہ جاتی۔ اس لیے آپؑ کی یاد میں

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں!

کیوں کہ سب کچھ نرا رونے ہی سے حاصل نہیں ہوتا۔

عُرفی اگر بگریہ مُیسر شُدے وصال
صد سال میتواں بہ تمنّا گریستن!

حضرت امامؑ سے صحیح تعلق کا ہمارے سامنے معیار یہ ہے۔ کہ جو شخص اس کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے لیے سب سے زیادہ ابتلاء و مصیبت کا سامنا ہو۔

ہر کہ دریں بزم مقرب تر است
جامِ بلا بیشترش می دہند!

ہر کام میں استعانت کی ضرورت ہے۔ آیت شریف میں اس کے لیے "صبر" و "صلوٰۃ" کو پیش کیا گیا ہے۔ "صبر" سے مراد ثابت قدمی اور مستقل مزاجی ہے جو ظاہر ہے کہ کسی مقصد میں کامیابی کے لیے سب سے

Marfat.com

زیادہ ضروری چیز ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اس میں سید الصابرین ہیں۔

اس سلسلے کی دوسری چیز "صلوٰۃ" یعنی نماز ہے جو "جہادِ اکبر" کی بڑی نشانی ہے۔ اور جو اسلام اور کفر کے درمیان حدِ فاصل کا حکم رکھتی ہے۔ اور جامع عبادات ہے۔ چنانچہ حضرت امام ایک ہزار نوافل ادا فرماتے تھے اور شہادت کے وقت بھی اس کو نہیں بھولے۔

صبر کے مدارج ہیں۔ اتلافِ جان ومال، اتلافِ اعزّ و اقارب اور اس پر جزع و فزع سے باز رہنا۔ نیز صلوٰۃ کے بھی درجے ہیں اور یہ معراج المومنین بھی ہے۔ یہ شرطیں پوری ہوئیں تو مشروط کہیں نہیں جاتا اور وہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰابِرِیْنَ ہے۔

اس معیّت کے خیال سے ہی اللہ والوں کو جو تسکین اور سرور حاصل ہوتا ہے وہ کوہ کو کاہ بنا دیتا ہے اور تلخ سے تلخ گھونٹ بھی خوش گوار اور شربت کے گھونٹ کا مزہ دیتا ہے "حادثۂ کربلا" کو اسی نفسیاتی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ اب عشق کی راہ میں شوق کی تلوار سے قتل ہونے والے کو، وہ جس کی راہ میں یہ قتل ہوا، یہ بھی نہیں گوارا فرماتا کہ کوئی مُردہ کہے، اور وہ مُردہ ہے بھی کب، وہ تو حیاتِ انسانی سے گزر کر حیاتِ باقی تک پہنچ جاتا ہے اور بس۔ مرنے کے لیے زندہ ہونے کا فلسفہ ایمان و عقیدہ ہی سمجھا جا سکتا ہے عقل نہیں۔

Marfat.com

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے اُن کو مُردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں۔ اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خُوش ہیں اس چیز سے جو اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔

اس زندگی، اس رزق اور اس خوشی کا عالم بھی سننے کے لائق ہے اس لیئے کہ دید کا شعور ممکن نہیں تو شنید سہی۔

شُہدا، معلوم نہیں کن کن انعاماتِ خداوندی میں گھرے ہوں گے اس پر بھی ایک انعامِ خاص سے نوازش ہو گی یعنی پوچھا جائے گا۔ "بتاؤ کچھ اور بھی چاہیئے" هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔

یہ عرض کریں گے:

"اے میرے پروردگار! ہم اور کیا چاہیں، حال "یہ ہے کہ تو نے ہم کو وہ دیا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا"

مگر ابھی اس انعامِ خاص کی بارش رُکے گی نہیں، آتشِ شوق کو بھڑکانے کے

Marfat.com

سے بار بار یہی سوال کیا جائے گا۔ کہو، کوئی اور خواہش ہے؟
شہداء، جب دیکھیں گے کہ ہم سے پوچھا ہی جانا ہے تو کہیں گے۔

"(خدایا) ہم چاہتے ہیں کہ تو ہم کو دارِ دنیا میں پھر لوٹا دے
تاکہ ہم تیری راہ میں (پھر) لڑیں تا آنکہ دوبارہ قتل ہوں۔"

میخواہم از خدا بدعا صد ہزار جان
تا صد ہزار بار بمیرم برائے او!

جواب ملے گا۔

"یہ تو میں نے لکھ دیا ہے کہ تم دارِ دنیا میں نہیں لوٹائے
جاؤ گے۔"

یہ انعامات اس صلہ میں عطا ہوں گے کہ بندہ نے بندگی کا حق ادا کر دیا۔ مقصدِ زندگی کو پورا کر دیا۔ مالکِ حقیقی نے چند چیزیں عارضی طور پر بخشی تھیں اس کو اُسی کا اشارہ پا کر دے بیٹھا۔ اور یہی امتحان تھا جس میں وہ پورا اترا۔ ورنہ خدا کے علم میں تو سب کچھ ہے۔ اس آگ میں تپ کر وہی کندن بنا۔ اور ایمان کا دعویٰ کرنے میں جھوٹے اور سچے کے اندر تمیز ہو گئی۔

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں!

حضرت امامؑ تو وہ ہیں جن کی طرف سے کہا جا سکتا ہے کہ

Marfat.com

ہم نے تو گھر کا گھر تری خاطر لٹا دیا!

"شیئی" تقلیل کے لیے ہے اور تنہار کے لیے بھی اور اس لیے کہ دشمن کو اس سے بہت زیادہ دکھ پہنچنے والا ہے۔ اس لیے شہید کر پر جو گزری اس سے کہیں زیادہ یزیدیوں پر اس زندگی میں بھی گزری۔ ا دوسری زندگی میں بھی گزرے گی۔

"خوف" ہر شخص کو پہلے اپنی جان کا ہوتا ہے پھر مال کا، اولاد کا اور خویش و اقارب وغیرہ کا۔ اور یہ خوف نفس، طبیعت کی نامردی کی ہے۔ کیا حضرت امامؑ کی پوری زندگی میں بھی اس کا کہیں پتہ ہے؟ "جو" میں کھانا پینا سب کچھ داخل ہے۔ لیکن پانی کو اولیت حاصل ہے۔ تین دن تک آپؑ کو اور آپؑ کے ساتھیوں کو میسر نہ ہوا۔

"اموال" میں زیادہ اور کم سب مال داخل ہے۔ روایت میں ہے حضرت امام کی شہادت کے بعد آپ کے خیمے میں جو کچھ بھی تھا لوٹ لے

"انفس" میں اپنی جان کے علاوہ، دوست احباب، اور خویش سب آ جاتے ہیں۔ حضرت امام کے ساتھ یہی معاملہ ہوا۔

"ثمرات" میں اولاد بھی داخل ہے کیونکہ وہ بھی والدین کے دل کا پھل ہیں۔ اور یہ معلوم، کہ آپؑ نے اس سے بھی دریغ نہیں کیا۔

"وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الخ" یہ ہر شہید اور ہر صابر کے لیے ہیں

Marfat.com

جو سید الشہداء اور سید الصابرین ہو، اس کے لیے بشارتوں کا کیا ٹھکانہ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس کے ساتھ اللہ خیر چاہتا ہے اس کو کچھ مصیبت دے دیتا ہے۔ اور آپؑ پر تو مصائب کی پکھالیں انڈیل دی گئیں۔

"استرجاع" کے متعلق خود حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہی یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

حضرت امام احمدؒ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت[1] کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کوئی عورت اور کوئی مرد ایسا نہیں جو مصیبت میں مبتلا ہوا ہو اور اسے یاد کرے۔ اگرچہ اس کو زمانہ دراز گزر چکا ہو۔ پس وہ اس کے واسطے از سرِ نو استرجاع (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) کہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایسا کرنے پر نئے سرے سے ویسا ہی اجر دیگا جیسا کہ مصیبت پہنچنے کے روز اس کو اجر دیا تھا۔"

اب ایک ایک کر کے ان ابتلاؤ مصائب کو واقعاتِ کربلا میں دیکھ جانا چاہیئے کہ کس طرح اور کس شان کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں۔ ہمارا تو

---

[1] اس حدیث کو ابنِ ماجہ نے اپنے سنن میں بسندِ جید حضرت امام حسینؓ سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

خیال ہے کہ جب سے اس آیت شریف کا نزول ہوا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے پر اس اکملیت کے ساتھ اس کا انطباق نہیں ہوا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور اب آپؑ کا ہدایت یافتہ اور فلاح یافتہ ہونا بھی انہی مدارج کے ساتھ ثابت۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب!

حق کی راہ میں پہلے فدائی

حضرت امام مسلم کوفہ پہنچے۔ چند دنوں تک بڑی آؤ بھگت ہوئی مگر جیسے ہی عبداللہ بن زیاد نئے گورنرِ کوفہ نے انتظامات اپنے ہاتھ میں لیے اور تفتیش و دار و گیر کا آغاز کیا مطلع صاف ہونے لگا۔ اب حضرت مسلم کا ساتھ دینے سے ہر کوئی کانوں پر ہاتھ دھرنے لگا۔ نوبت بایں جا رسید کہ کوفہ کی وسیع زمین اُن پر تنگ ہو گئی۔ اتنی بڑی آبادی میں صرف ہانی بن عروہ مرادی تھے جنہوں نے اپنے گھر میں آپ کو پناہ دی مگر اس الزام میں جلد ہی گرفتار ہو کر قید کر دیے گئے۔

Marfat.com

حضرت مسلم کی گرفتاری کے لیے فوج کا ایک دستہ بھیجا گیا تھا جب لوگ ان کی طرف بڑھے تو انھوں نے مردانہ وار مقابلہ کی ٹھان لی اور تلوار سونت کر بولے:

"میں قسم کھاتا ہوں کہ آزاد ہی رہوں گا، اور آزاد ہی رہ کر عزت کے ساتھ قتل ہوں گا"

لیکن دھوکے سے ان کو گرفتار کیا گیا اور ابن زیاد کے حکم سے شہید کر دیئے گئے۔ حضرت امام مسلم "حق کی راہ میں پہلے فدائی" تھے جو حادثہ کربلا میں ۹ ذی الحجہ ۶۰ھ کو شہید ہوتے اور اس کے بعد ہی آپ کے دو خورد سال صاحب زادوں کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون

ظاہر ہے کہ چھوٹے بچوں کو ہمراہ لانا اسی لیئے تھا کہ اطمینان کی کیفیت تھی، کوئی خدشہ نہیں تھا اور لڑائی جھگڑے کا خیال بھی نہیں تھا۔

حضرت امامؑ کے قاصد کی جرأت

حضرت امام مسلم نے کوفہ پہنچ کر کوفہ والوں کی شروع شروع جس عقیدت کو دیکھا تھا، اس بنا پر نیز کوفہ والوں کے اصرار پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو جو خط لکھا تھا۔ اس میں بھی آپ کی تشریف آوری پر زور دیا گیا تھا۔ آپ نے اپنی روانگی کے بارے میں اس خط کا جو جواب لکھا اس کو لے کر حضرت

Marfat.com

قیس عربی اُس وقت کوفہ پہنچے۔ جب حضرت امام مسلم اور ان کے معصوم بچوں کی شہادت واقع ہو چکی تھی۔ چنانچہ یہ بھی گرفتار کر لیے گئے اور ابن زیاد کے سامنے پہنچا دیے گئے۔

حضرت قیس عربی جس وقت ابن زیاد کے پاس پہنچے ہیں تو خط ان کے پاس موجود تھا لیکن اس کو دیکھتے ہی چاک کر ڈالا۔

ابنِ زیاد بولا، یہ کیا چیز تھی جس کو تو نے پھاڑ ڈالا۔

قیس عربی: یہ ایک خط تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس سے لایا تھا۔

ابنِ زیاد: تو نے اس کو پھاڑ کیوں ڈالا۔

قیس عربی: اس لیے تاکہ تو پڑھ نہ لے۔

ابنِ زیاد: اب تیری رہائی اس پر موقوف ہے کہ تو ان لوگوں کے نام بتلا دے جن کے نام یہ خط تھا۔ یا یہ کہ تو لوگوں کے سامنے حسین (علیہ السلام) کو بُرا کہے۔

قیس عربی: مجھے دوسری شکل منظور ہے۔

ابن زیاد نے انتظام کرا دیا۔ اور مجمع کے سامنے حضرت قیس عربی نے یہ تقریر کی۔

"کوفہ والو! میں رسول اللہ صلعم کے نواسہ کا قاصد ہوں۔

وُہ اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ خلافت کے لائق وہی ہیں۔ وہ اب یہاں پہنچا ہی چاہتے ہیں۔ تم اُن کی دعوت پر لبیک کہو۔ میں ابنِ زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کرتا ہُوں۔"

اس کے بعد یزید کی باری آنے والی ہی تھی کہ اُن کا مُنہ بند کر دیا گیا اور ابنِ زیاد کے حکم سے محل کی چھت پر لے جاکر نیچے گرا کر شہید کر دیا گیا۔

مشہور شاعر فرزدق سے مُلاقات

ٹھیک اسی دن اور اسی تاریخ یعنی ۳ ذی الحجہ کو جس دن حضرت مُسلم کوفہ میں شہید ہُوئے ہیں، حضرت امام علیہ السلام مکّہ سے عازم کوفہ ہوئے اور آپؑ کے تاریخی "مشن" کا آغاز ہوا اور ہر موقع پر اخلاقِ کریمانہ کی بارش ہوتی رہی، تعلیم و تبلیغ حق جاری رہی۔

مقام صفاح پر آپ پہنچے تو اس وقت تک حالات بدل چکے تھے حضرت مُسلم اور ان کے صاحب زادوں کی شہادت واقع ہو چکی تھی، آپؑ کے قاصد حضرت قیسِ عربی شہید ہو چکے تھے۔ ابنِ زیاد کی طرف سے ایسے انتظامات عمل میں آ چکے تھے جس سے کوفہ والے اب وہ کوفہ والے نہیں رہے تھے جنہوں نے آپؑ کو کئی سو خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ اور ان سب باتوں کی حضرت امام حسین علیہ السلام کو اطلاع تھی۔

Marfat.com

اسی مقام پر مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی جو خاندانِ نبوت کا مدّاح تھا اور کوفہ سے آ رہا تھا۔ آپؑ نے کوفہ والوں کے حالات دریافت کیے تو اس نے کہا:

"قلوب آپؑ کے ساتھ ہیں اور تلواریں، بنی اُمیّہ کے ساتھ، رہا فیصلہ تو وُہ خدا کے ہاتھ ہے۔

ارشاد ہُوا:

بے شک اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے، وُہ جو چاہتا ہے۔ وہی ہوتا ہے ہمارا پروردگار ہر لمحہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے (کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ)

اگر اس کی مشیّت ہمارے حسبِ حال ہے تو ہم شاد صفت کریں گے۔ اور اگر معاملہ اُمید کے خلاف ہو۔ تب بھی نیک نیتی اور تقوٰی کا اجر کہیں نہیں گیا ہے۔"

قرآن اور حدیث نے بھی تو عمل کا دار و مدار نیت ہی پر موقوف رکھا ہے۔ اور حضرت امامؑ بھی یہی فرما رہے ہیں۔

حالات کے معلوم ہونے اور اس کے انجام پر نگاہ کرنے کے بعد آپؑ نے اپنے ساتھ والوں کو جمع کیا اور ان سے کہا:

"اب ہمارا کوفہ میں کوئی مددگار نہیں ہے۔ لہٰذا تم میں سے

جو کوئی ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ سکتا ہے۔ ہم کو اس کا رنج نہ ہوگا۔"

یہ ایک فرض تھا جو آپؑ کی طرف سے ادا کیا گیا، کیڑے مکوڑوں کا سوال نہیں لیکن پروانے شمع کو کس طرح چھوڑ سکتے تھے۔

بے شک ایسے موقع پر کوئی دنیا دار سیاست دان ایسا نہیں کرتا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ زمانہ سازی سے کام لیا جاتا ہے۔ جھوٹے وعدے کیے جاتے ہیں۔ سبز باغ دکھائے جاتے ہیں۔ طاقت ہو تو جبریہ فوجی بھرتی کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا۔ اور جو جان صرف خدا کے واسطے ہوتی ہے وہ چند سکوں کے عوض اپنے ناجائز اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے خرید لی جاتی ہے۔ چنانچہ آپؑ کو جتنے یزیدی نظر آئیں گے۔ اسی کی مصداق نظر آئیں گے۔ مگر ایک حسینؑ ہیں کہ ان کی شان زالی ہے بجائے جتھا بڑھانے کے کم کر رہے ہیں۔

پس! یہ انصاف نہ ہوگا کہ حسینؑ کی رحمانی سیاست کو اسی پیمانہ سے ناپا جائے جو عام انسانوں کی سیاست کے ناپنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔

هٰذَا ظُلْمٌ عَظِيْمٌ

وقت تھا کہ آپؑ واپس بھی ہو سکتے تھے اور دوسری قسم کی تیاری بھی کر سکتے تھے مگر نہیں، سب کچھ سننے اور جاننے پر بھی اسی حال میں سفر

Marfat.com

جاری ہے۔ خاندانِ نبوّت کا ہر بچہ جوانمرد بنا ہوا ہے، رفیقِ سفر ایک ایک، ہزار ہزار پر بھاری ہونے کا اپنے اندر جذبہ محسوس کر رہا ہے۔ بزدلی اور غم واندوہ، بزدلی اور پست ہمتی وغیرہ جو ایسے موقع پر اُبھر آجاتی ہیں ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ خدا کی راہ میں نثار ہو جانے کا خیال پیدا ہو چکا ہے۔ اور اس رُوحانی مسرت سے قلوب آشنا ہو رہے ہیں جو شہدا کو شہید ہونے سے پیشتر میسّر ہوا کرتی ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی جو عیش وخوشی اُن کو حاصل ہونے والی ہوتی ہے۔ اس کا پَرتو پڑتا ہے اور یہ قاعدے کی بات ہے ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا لیکن اس لذت سے آشنا ہونا ذوقِ صحیح اور وجدانِ صحیح پر منحصر ہے۔

حُر سے مُلاقات

یزید کو جو پڑی ہوئی تھی اور اس کو جو نظر آرہا تھا۔ اُس نے اس کو ایک ہی بات سوچنے دیا۔ وُہ توازنِ دماغی کو کھو بیٹھا تھا اور اب اس سے صرف وہی حرکت سرزد ہو رہی تھی جو ایسے موقع پر خودغرض اور معمُولی آدمیوں سے سرزد ہوا کرتی ہیں۔ سرے سے یزید کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا وجُود ہی مجسّم خطرہ نظر آرہا تھا۔ صلح ونیکی وغیرہ کے لیے کوئی راہ کھُلی نہیں رہ گئی تھی اس لیے ایک طرف تو خود یزید کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی نقل وحرکت

کا پتہ تھا دُوسری طرف ابنِ زیاد نے جاسوس مقرر کر رکھے تھے جو ہر مقام اور ہر کوچ کی اطلاع پہنچا رہے تھے۔

اہتمام یہ تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اب نہ مکّہ کو واپس ہو سکیں نہ کوفہ پہنچ سکیں نہ کسی اور طرف کا ارادہ کر سکیں اور نہ ہی کسی ایسے مقام پہ ٹھہر سکیں جہاں سے کوئی مدد مل سکے۔

آخر یہ خوف کیوں تھا؟ اور یہ طریقِ جنگ کون سا تھا؟ اور بیعت حاصل کرنے کے لیے یہ کونسی شریعت کا حکم تھا۔ اپنی اپنی جگہ پہ ہر شخص سوچ سکتا ہے اور فیصلہ کر سکتا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ اس کا موقع دیا گیا اور اس بات کا واضح طور پر اعادہ کیا گیا کہ آپ قرآن و حدیث کی پیروی اور خلفائے راشدین کی سُنت میں قیامِ خلافت کے خواستگار ہیں۔ یزید نے اس کے خلاف کیا ہے۔ اور خلاف کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ اور جو عہد امیر معاویہؓ نے کیا تھا۔ وُہ توڑا نہ جائے۔

لیکن کیا یزید اور یزیدیوں کی طرف سے اس کی تردید کی گئی، اس کو غلط ثابت کیا گیا۔ اور کیا اس کا ادّعا یا اقرار کیا گیا کہ ہاں واقعی حکومتِ الٰہیہ کا قیام عمل میں آنا چاہیئے اور ہم خلفائے راشدین ہی کی سنت ادا کر رہے ہے

Marfat.com

ہیں یا کریں گے؟

بات یہ ہے کہ وہ مدِّ نظر ہی نہیں تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا مطالبہ تھا۔ اس لئے اب ایک ہی صورت باقی رہ گئی تھی۔ اور وہ جبرو استبداد اور قوت کا مظاہرہ تھا۔ ھَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوا نہ تو یزید کے پاس اور کوئی کام رہ گیا تھا نہ ابنِ زیاد کے پاس کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جبریہ بیعت حاصل کی جائے یا اُن کو شہید کر کے اطمینان کا سانس لیا جائے چنانچہ ابن زیاد نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے ایک ہزار فوج پر حُر بن یزید ریاحی کو افسر بنا کر اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ حضرت امام حسینؑ جہاں بھی ملیں ان کو گھیرے میں لے لیا جائے۔ حُر نے ایسا ہی کیا اور مقام شراف پر پہنچ کر حضرت امام اور اُن کے ساتھیوں کو ایک طرح سے مقید کر لیا۔

جس وقت حُر مع فوج پہنچا ہے تو آپ اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ فوج کے آنے پر بھی کسی کو کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ بلکہ آپؑ نے اپنے اخلاقِ کریمانہ اور افعالِ فاضلہ سے اُن کی آسائش اور تواضع کی طرف توجہ فرمائی۔

ساقیٔ کوثر کے لختِ جگر نے لوگوں کو پیاسہ دیکھ کر پانی کی سبیل قائم کر دی۔ اس میں کا ایک فوجی علی بن طعان المحاربی جو سب سے اخیر میں

...ں پہنچا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ:

"حضرت امام حسینؑ نے مجھے پانی کا خواستگار پاکر کہا بھائی پانی کے اونٹ کو بٹھا لے اور مشک سے پانی پی لے، میں نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوتے دیکھ کر حضرت امام نے خود ہی مشک کو ٹیڑھا کر دیا۔ اور پھر مجھے اور میرے گھوڑے کو پیٹ بھر کر پانی پلا دیا۔"

شہنشاہِ کونین کے لاڈلے کا یہ سلوک اس کے ساتھ ہے جو مخالف ...رج کا ایک فرد ہے۔

دوستاں را کجا کنی محروم

تو کہ با دشمناں نظر داری

اتنے میں ظہر کا وقت آگیا۔ امامِ وقت کے پیچھے حرُ اور اس کی فوج نے ...ھی نماز ادا کی۔

اس کے بعد حرُ سے گفتگو ہوتی رہی، حرُ نے اپنے آنے کا مقصد بیان ...کیا اور آپؓ کو ابنِ زیاد کے پاس چلنے کے لیے کہا۔ اس نوبت پر آپؓ ...گڑک کر بولے:

"واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ موت سے پہلے یہ ناممکن ہے۔"

Marfat.com

حضرت امام ایک مشن پر روانہ ہوئے تھے۔ لہذا آپؑ نے اپنے
کو کہیں بھی فراموش نہیں کیا، ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غافل نہیں
رُشد و ہدایت کا یہ دریا ہر جگہ موجیں مارتا رہا۔ چنانچہ جب مقام بیضہ پر
ہیں تو، حمد و ثنا کے بعد پہلے دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا پھر فرمایا:۔
لوگو! رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی ایسے حاکم
کو دیکھے جو ظالم ہے، حدود اللہ کو توڑتا ہے، خدا سے کئے
ہوئے عہد کا پاس نہیں کرتا۔ اور وہ شخص اس حاکم کی مخالفت
نہیں کرتا تو خدا اس کو عذاب کے مقام میں اُتارے گا۔ یزید اور
اس کے لوگ شیطان کی پیروی میں لگ گئے ہیں، رحمٰن کے باغی
ہو گئے ہیں۔ فساد کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ احکاماتِ الٰہیہ کو معطل
کر چکے ہیں۔ بیت المال پر ان کا ناجائز قبضہ ہے۔ انھوں نے
خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر دیا ہے اور جس چیز کو
اُس نے حلال فرمایا ہے۔ اسے وہ حرام ٹھہرا چکے ہیں اس لیے
میں ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ
ذمہ دار ہوں"۔

اس تقریر سے تین باتیں صاف طور پر ظاہر ہیں:۔
۱۔ یزید اور اس کے طرف داروں کا "غیر آئینی" ہونا۔

Marfat.com

۲۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقصد۔

۳۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذمہ داری۔

حضرت امامؑ جس امر کا اعلانیہ وعظ فرما رہے تھے۔ موقع تھا کہ اگر یہ
ت غلط تھی تو اس کی تردید کی جاتی اور یزید و یزیدی اپنے کو حق بجانب قرار
تے کے لیے ثبوت پیش کرتے۔ لیکن تاریخ کے صفحات سادہ اور کورے
ں۔ ان کی طرف سے نہ کوئی تردید ہے نہ ثبوت۔ رہا امر بالمعروف و نہی
ن المنکر کا معاملہ تو یہ اتنی ضروری اور بنیادی چیز ہے کہ جس دن سے عام
سلمان اس فرض سے غافل ہوتے ہیں۔ اسی دن سے اسلام کمزور ہو گیا
ہے اور اس کی ترقی رک گئی ہے۔ اور پھر جب تک اس کا اجرا نہ ہوگا۔
ہی عالم باقی رہے گا۔ یہ مقصد تو ایسا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے
قید خانہ" میں بھی فراموش نہیں کیا۔

رہا یہ امر کہ حضرت امامؑ کوئی غیر شرعی پہلو اختیار کرتے تو یہ شاہین
ں کنجشک کی فطرت تلاش کرنا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کس پوزیشن
یں ہیں اور فرعون جو مالک تخت و فوج ہے اُس کو سرزنش کے لیے بھیجے
جا رہے ہیں۔ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ
اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝ گویا پوری سلطنت
کو راہِ راست پر لانے کے لیے ایک شخص کو بھیجا جا رہا ہے" کیا کوئی

مُسلمان اس کو بھی ہلاکت میں پڑنے سے تعبیر کرنے کو تیار رہے اور کیا
تعالیٰ کی یہ سیاست بھی قابلِ اصلاح سمجھی جائے گی۔

حضرت امام کی اس تقریر کے بعد بات صاف ہو گئی۔ اب
طرح کا الجھاؤ ہے اور نہ کسی طرح کی پیچیدگی۔

ایک اور تقریر

حضرت امامِ عالی مقام لگی لپٹی رکھنے والوں میں نہیں تھے۔ آپ
تو صرف حق کہنا تھا بلکہ دنیا کو بھی حق گوئی کا سبق دینا تھا۔ اس لیے
وقت ہی آگیا تھا کہ آپ وہ سب کچھ کہہ ڈالیں جو دوسروں کے لیے
ہوتا ہے۔

جُرم را ایں جا عقوبت ہست استغفار نیست!

آگے بڑھے تو ایک مقام پر آپ نے ایک اور تقریر فرمائی۔ وَھُوَ ھٰذا

"لوگو معاملہ کی جو صُورت ہو گئی ہے، تم دیکھ رہے ہو، دُنیا
کا رنگ بدل چکا ہے اس نے بھلائی سے اپنا مُنہ پھیر لیا ہے
نیکی سے خالی ہو گئی ہے۔

افسوس! تم دیکھ رہے ہو کہ حق پسِ پُشت ڈال دیا گیا ہے
باطل پر عمل ہو رہا ہے، کوئی نہیں جو اس کو روکے۔ وقت آگیا ہے

Marfat.com

کہ مومن خدا کی راہ میں قربان ہو جانے کی آرزوئیں کریں۔

"میری ذات کے متعلق سنو! کہ میں تو شہادت ہی کی موت مرنا چاہتا ہوں، ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے"

یہ تقریر نہیں ہے کتابِ حریت کا دیباچہ ہے جس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف سے قیامِ حق کی تڑپ، باطل سے انتہائی بیزاری کا اظہار ہے۔

حضرت امامؑ کے پیکر میں روحِ قرآن بے چین ہے، حق آپؑ کی زبان پر کھیل رہا ہے۔ اور انشاء اللہ جب تک دنیا قائم ہے قرآن کی یہ زندہ اور عملی تفسیر اپنا کام کرتی رہے گی۔

کوئی ان تقریروں کو پڑھے اور بار بار پڑھے اور ہزار بار پڑھے کہ پڑھنے ہی کی چیزیں ہیں۔

"ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے"، جس کے یہ پاک جذبات تھے اور جس کی مقدس زبان سے یہ بولی ادا ہوئے تھے۔ یقیناً اس کے تذکارِ مقدس ہر سال کیا ہر ماہ دہرائے جانے کے لائق ہیں۔

گاہ گاہے باز خواں ایں دفترِ پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

حسینؑ ابن علیؑ کو قدرت نے "قرآنی عقابی نگاہ" عطا فرمائی تھی جس سے

Marfat.com

آپ دیکھ رہے تھے کہ آپؑ تنہا اس مقام پر کھڑے ہیں جہاں سے آپؑ کا دیکھنے والا بھی کوئی نہیں۔ سچ ہے پھر جینے کا لطف ہی کیا باقی رہ گیا تھا۔

رُوح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم!

حضرت امامؑ کی نظروں میں ان حالات کے تحت جینا "جرم" تھا۔ تو کیا کوئی شخص اپنی "سراپا جرمِ زندگی" پر قیاس کر کے آپؑ کے لیے بھی یہ رائے قائم کرنے کا مجاز ہے کہ آپؑ دیدہ و دانستہ جرم کے مرتکب ہوتے رہتے۔ یہ مخاطبت غیروں سے نہیں اپنوں سے تھی اس لیے ایک طرف سے صدا بلند ہوئی:

"فرزندِ رسول اللہ! خدا آپؑ کے ساتھ ہو۔ ہم نے آپؑ کی تقریر سُنی، خُدا کی قسم! اگر دنیا ہمیشہ ہمارا ساتھ دے اور ہم اس میں سدا باقی رہنے والے ہوں۔ تب بھی ہم آپؑ کا ساتھ دینے کی خاطر اس کو چھوڑ دیں گے۔ آپؑ کے ساتھ مر جانے کو ہمیشہ کی زندگی پر ترجیح ہے!

آسمانی بشارتیں اور آسمانی جھڑکیاں بہرحال اپنا کام کرتی ہیں اور دل جو ان کا مقام ہیں اس میں اپنی جگہ تلاش کر لیتی ہیں۔ یہ صدا زہیر بن القین البجلی کی تھی۔

سفر جاری ہے۔ حرؔ مع اپنی ایک ہزار فوج کے پیچھے لگا ہوا ہے

Marfat.com

ایک مقام پر کہتا ہے:۔

"اے حسینؑ، اپنے معاملہ میں غور کیجئے، میں جتائے دیتا ہوں کہ اگر آپؑ جنگ کریں گے تو قتل کر دیے جائیں گے۔"

باپؑ کا مقولہ ہے۔

"مرد ایک مرتبہ مرتا ہے اور نامرد کو ایک دن میں ہزار مرتبہ موت آتی ہے۔"

سپوت بیٹے کا جواب تھا:

"اے حُر! نیت اگر نیک ہو اور جہاد در پیش، تو مرد کے لیے موت ذلّت نہیں ہے۔"

معلوم ہے کہ حُر کے ساتھ ایک ہزار فوج ہے اور اس کی کمان اس کے ہاتھ میں ہے اور آپؑ کے ہمراہ گنتی کے چند نفوس ہیں مگر ان کا آپؑ پر کوئی رعب نہیں۔ بلکہ وہ خود خوف کھائے ہوئے ہیں، روٹی کا معاملہ نہ ہوتا تو آپؑ کے سامنے سے ایسا بھاگتے جیسے شیر کے سامنے سے بھیڑیں۔

راستہ طے ہو رہا تھا اور دنیا کا یہ عجیب مسافر، عجیب مقصد کے لیے

لہ مُراد حضرت علی علیہ السّلام ہیں۔

Marfat.com

عجیب منزل کی طرف عجیب کیف و سرور کے عالم میں چلا جا رہا تھا جو دنیا کے لیے نامعلوم، لیکن خود اس کے لیے معلوم تھے۔

طرماح بن عدی

آجا کے قریب جب آپؑ پہنچے ہیں تو طرماح بن عدی سے ملاقات ہوئی، جو اہل بیت سے عقیدت رکھنے والوں میں تھے۔ انھوں نے درخواست پیش کی۔

"آپؑ اپنا سفر ملتوی کر دیں۔ آجا یہاں سے قریب ہے۔ میں وہاں آپؑ کو اتارتا ہوں۔ چند دنوں میں آپؑ کے سچے طرفدار اتنی تعداد میں آپؑ کے گرد جمع ہو جائیں گے کہ پھر آپؑ کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گا۔"

حضرت امامؑ نے شکریہ ادا کیا، دعا دی اور فرمایا:

"مجھ سے اور کوفہ والوں سے جو عہد ہو چکا ہے اُس کی موجودگی میں، میں کوئی دوسرا قدم نہیں اُٹھا سکتا، خدا ہی کو معلوم ہے کہ ہمارا ان کا معاملہ کس حد تک پہنچ کر ختم ہوگا۔"

یہ ہے اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ پر عمل کرنا۔

Marfat.com

یہ آپ کس سے کہہ رہے ہیں یہ بھی معلوم کر لیجئے۔

طرماح بن عدی:

"میں کوفہ سے آرہا ہوں، وہاں آدمیوں کا اتنا بڑا انبوہ دیکھا ہے کہ آج تک میری آنکھوں نے کسی ایک مقام پر نہیں دیکھا۔ اور یہ سب آپ کے لیے جمع کیے گئے ہیں۔"

دنیا کے اعاظم الرجال، فاتحین اور محیر العقول کارنامے والوں کے حالات روایتی طور پر زبانی بھی مشہور ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں مگر امام حسین علیہ السلام کے حالات سب سے نرالے اور سب سے زیادہ محیر العقول ہونے کے ساتھ سبق آموز بھی ہیں۔

طرماح نے تو کوفہ کے متعلق یہ بات کہی تھی مگر خود سایہ کی طرح آپ کے ساتھ حر کی ایک ہزار فوج جو لگی ہوئی تھی، کیا کم تھی۔ اگر وہی ٹوٹ پڑتی تو کربلا تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام کو گویا اس کی موجودگی کا ہی علم نہیں۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق

باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو!

یہ عجیب عہد تھا جو کوفہ والوں سے بندھا تھا۔ اس کے پاس کی بھی انتہا ہو گئی۔

حُر کے نام ابنِ زیاد کا خط

اپنی جگہ پر ایک شخص حق میں بھی کمال حاصل کر سکتا ہے اور باطل میں بھی۔ رحم و کرم اور عدل و انصاف میں بھی ترقی کر سکتا ہے اور ظلم و ستم میں نا انصافی میں بھی یہی دُوسری شق یزید اور یزیدیوں کے حصّہ میں آ چکی تھی چنانچہ ابنِ زیاد گورنرِ کوفہ نے حُر کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔

"حسین کہیں ٹھہرنے نہ پائیں، کھُلے میدان کے سوا کہیں اُترنے نہ پائیں، میرا یہ قاصد تیرے ساتھ رہے گا تاکہ تُو میرے حکم کی پُوری تعمیل کر سکے۔"

باطل پرستوں کو اپنوں پر بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ ابنِ زیاد کو اچھی طرح معلوم تھا کہ جمہور مسلمانوں کے قلوب حضرت امام ؑ کے ساتھ ہیں اب جو کچھ ہو سکتا ہے وُہ قوت سے ہو سکتا ہے، دھوکے سے ہو سکتا ہے ظلم و ستم سے ہو سکتا ہے اور زمانہ سازی سے ہو سکتا ہے۔

"غیر اللہ کی حکومت" کا جُوا ایک مرتبہ کاندھے پر جہاں رکھا گیا۔ بس مداہنت فی الدین کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ پھر اللہ ہی جس بندے پر فضل کرے وُہ بچ سکتا ہے۔ چنانچہ حُر کو بھی آپ ؑ کے معاملہ میں ابنِ زیاد مُستعد ہو جانا پڑا۔

ایک "حسینی" نے اس قاصد سے کہا

"تیری ماں تجھ کو روئے" "یہ تو اپنے ساتھ کیا لایا ہے"؟

"یزیدی" نے جواب دیا:

"میں نے اپنے امام (یزید) کی اطاعت کی ہے، اور بیعت کا حق ادا کیا ہے"۔

"حسینی" نے کہا "بے شک تو نے اپنے امام کی اطاعت اور اپنے خالق کی نافرمانی کی ہے اور پھر یہ آیت پڑھی:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۔

ترجمہ: اور ہم نے نافرمانوں میں سے بعض کو امام بنا دیا ہے جو دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور وہ قیامت کے دن مدد نہیں کیے جائیں گے۔

نعرۂ مسرت

ایک دن حضرت امام اچانک نیند سے بیدار ہوئے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا پھر تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، کہا۔ آپؑ کے صاحب زادے حضرت علی اکبرؓ نے اس

کاسبب دریافت کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"جانِ پدر! میں نے اس وقت خواب دیکھا ہے کہ ایک سوار یہ کہتا چلا جا رہا ہے "لوگ چلتے ہیں اور موت ان کے ساتھ چلتی ہے"

اس کی تعبیر یہ ہے کہ گویا مجھے میری موت کی خبر سنائی گئی ہے۔"

حضرت علی اکبرؓ نے مسرت آمیز نعرہ مارا اور فرمایا:

"اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پروا نہیں"

باپ نے بیٹے کی یہ مسرت آمیز گفتگو سنی تو ارشاد ہوا۔

"بیٹا شاباش! سعادت مند لڑکے اپنے باپؑ کا ایسا ہی ساتھ دیتے ہیں، اللہ تجھے جزائے خیر دے"

ہر باپ اور بیٹے کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ کَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝

رزم گاہِ کربلا

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را!

Marfat.com

دُنیا جنگ کرتی رہی ہے اور کرتی رہے گی، حقوق طلبی اور مطالبات کے لیے قید و بند، دار و رسن اور قربانیاں پیش ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ خُدا کی زمین، خدا کی دی ہوئی دولت اور خدا کی بخشی ہوئی جانوں کو اپنا بنانے کے لیے آگ اور خون کی ہولی کھیلی جاتی رہی ہے اور کھیلی جاتی رہے گی۔ الغرض انسان اپنی اور دوسروں کی اتباع ہوائے نفس میں جو کچھ کر سکتا ہے کرتا رہے گا لیکن مبارک ہیں وہ ہستیاں جن کو صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہو گیا ہو جن کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر کارنامہ اُن کے پیدا کرنے والے کی مرضیات کے تابع ہو۔

حکومت اور ملک گیری کی ہوس کس کو نہیں ہوتی، ذاتی تفوق اور اغراض طلبی سے کتنے ہیں جو خالی ہوں لیکن آہ! اور صد آہ! کہ خُدا کی زمین کو خدا کی زمین قرار دینے والوں کی کمی رہی ہے۔ اور رہے گی، آسمانی قوانین کے نفاذ اور آسمانی حکومت کے قیام کے لیے کوئی قدم اٹھانا اور کوئی قربانی پیش کرنا سب کی قسمت میں نہیں ہوتا۔

طعمۂ ہر مرغکِ انجیر نیست

سعادت و شقاوت کے ان دونوں پہلوؤں کو رزمگاہِ کربلا کے ذریعہ سے قدرت نے بڑی فراخ دلی سے ظاہر فرما دیا۔ ایک طرف تو قہرمانی طاقت لیے ہوئے "یزید و یزیدی" اور اُن کے مقاصد فاسدہ ہیں دوسری طرف "حسینؑ" اور حسینی ہیں جن کے پاس کچھ نہیں لیکن جن کے اعلیٰ مقاصد کے

سامنے آسمان بھی سرِ تسلیم خم کیئے ہوئے ہے۔

انھیں مقاصد کی تکمیل کے لیے جو قدم اُٹھ چکا ہے وہ آگے بڑھ رہا ہے، نہیں بلکہ ہر ہر قدم پر معلوم نہیں کون کون سے مدارج سلوک طے ہو گئے بالآخر ۲ محرم الحرام ۶۱ ھ پنجشنبہ کے دن امام عالی مقام ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سنسان، اُجاڑ اور پانی سے دُور تھا۔ دریافت کرنے سے اس کا نام کربلا معلوم ہوا۔ آپؑ نے فرمایا:

"بے شک یہ کرب اور بلا ہے"!

یہی وہ مقام ہے جہاں اپنی نوعیت کا دنیا کا سب سے اہم اور بڑا واقعہ رونما ہوا۔ حق و باطل کا فیصلہ ہوا۔ حق تا قیامت کے لیے اُجاگر ہوا باطل خائب و خاسر ہوا۔ سب سے بڑی قربانی یہیں پیش کی گئی، ملوکیت کی تخریب کے بعد بنائے قصرِ حکومتِ الٰہیہ کے لیے پاک خون کی جہاں کی مٹی میں آمیزش کی گئی۔

نشدیم خاک ولیکن بہ بوئے تربیتِ ما!
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد!

عمر بن سعد

قدم کا اٹھنا ہی سب کچھ نہیں ہے، اس لیے کہ قدم غلط بھی اُٹھ سکتا

Marfat.com

ہے، اور وہ قعرِ جہنم میں بھی گرا سکتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ قدم صحیح اٹھایا نہیں اسی فرق کا ملحوظ رکھنا بصارت و بصیرت پر موقوف ہے اور ہمت و جوانمردی کا کام۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فاتح فارس وایران ایک جلیل القدر صحابی تھے جن کا کارنامہ اعلائے کلمۃ اللہ اور خدا کے ملک و زمین کو غاصبوں کے قبضہ سے نکالنا تھا اور کفار و مشرکین سے جہاد کرنا تھا۔ آج ان کا بیٹا عمر اس کے برعکس قدم اٹھا رہا ہے۔ اس انعام کی خوشی میں کہ یزید کی طرف سے وُہ بھی کہیں کا گورنر بنا دیا جائے گا۔ ؏

انقلابات ہیں زمانے کے!

ایمان فروشی، ضمیر کُشی، دنیا طلبی اور غلط قدم اُٹھنے کا یہ مظاہرہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ لیکن اسی پر کیا موقوف ہے جس کسی کی بھی زندگی کا مقصد غلط ہو جائے، وُہ یہی کرتا ہے اور یہی کرتا رہے گا۔ اسی طرح سے یزید، ابن زیاد اور عمر سعد پیدا ہوتے رہیں گے۔

عبید اللہ بن زیاد حاکمِ کوفہ نے یزید کے فرمان کے تحت عمر بن سعد کو چار ہزار فوج کا سپہ سالار بنا کر اور اس مہم کا انچارج کر کے دوسرے دن اسی مقام پر بھیجا جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام اب مقیم تھے۔

عمر سعد نے حضرت امام سے اس طرف آنے کا مقصد دریافت کیا

Marfat.com

آپؑ نے اس سے پہلے جو جواب حُر کو دیا تھا عمر سعد کو بھی وہی جواب دیا اس لیے کہ اصلاحِ حال کے لیے ہر حال میں آپؑ کے سامنے اوّل روز سے وہی ایک مقصد تھا، نہ حالات بدلے تھے نہ زمانہ بدلا تھا نہ یزید و یزیدی بدلے تھے۔ اور نہ خود آپؑ بدلے پھر جواب کیوں کر بدلتا۔

دُنیا میں اُمتیں جب کبھی راہِ راست سے ہٹی ہیں تو اللہ والوں کی طرف سے اُن کی درستگی کے لیے ایک ہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور وہ آسمانی تعلیم ہے اس یزیدی دور کے لیے بھی اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ بلکہ ہر دور میں اسی صراطِ مستقیم کو اختیار کرنا ہوگا جو قرآن پیش کرتا ہے ورنہ اس کے برعکس اختیار کرنے والے اور کرانے والے دونوں ہی یا تو مغضوب میں ہوں گے یا ضالین میں سے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی!
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست!

یزید کا خط

اسی اثنا میں ابنِ زیاد کے پاس یزید کا ایک خط آیا جس کے متعلق اس نے حضرت امام کو لکھا:

"اے حسینؑ! تمہارے متعلق مجھے یزید نے لکھا ہے کہ میں

تمھیں یزید کی بیعت پر راضی کروں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تمھیں قتل کر ڈالوں۔ اور سر یزید کے پاس بھیج دوں۔ لہٰذا میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم یزید کی بیعت قبول کر لو۔ بر شکل دیگر لڑنے مرنے پہ تیار ہو جاؤ۔"

اس خط کا حضرت امامؑ عالی مقام نہیں بلکہ آپؑ کے غلامانِ غلام میں سے کسی باغیرت ایمان دار پر بھی کیا کوئی اچھا اثر ہو سکتا تھا؟ کیا صلح و صفائی اس جذبہ کے تحت ممکن تھی؟ اور کیا حضرت امامؑ کے اعتراض اور مطالبہ کا اس میں کوئی جواب ہے؟ نہیں بلکہ باطل پر جمے رہنے پر اصرار ہے طاقت پر گھمنڈ ہے اور قوت کا مظاہرہ ہے۔

بے شک حضرت امامؑ باغی تھے، مگر خدا کے نہیں، یزید کے، لیکن برعکس اس کے یزید اور یزیدی خدا کے باغی تھے۔ حضرت امامؑ نے جو بغاوت اختیار کی تھی جملہ انبیاء و رسل کی سنت تھی لیکن یزید جس بغاوت کا مرتکب تھا وہ فرعون و نمرود کی پیروی میں تھی۔ حضرت امامؑ یزید کی بیعت کر کے شاید یزید سے صلح کر لیتے۔ مگر پھر خدا سے کبھی صلح نہ ہوتی۔ اس لیے آپؑ نے یزید سے صلح کرنے پر خدا کی صلح کو ترجیح دی۔

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد! | یک کار ازیں دو کار مے باید کرد!
یا تن برضائے دوست می باید داد | یا قطع نظر زیار مے باید کرد!

Marfat.com

دُنیا والوں کی نگاہ کا پھر جانا یہاں کسی شمار میں نہیں لیکن خُدا کی پھری ہُوئی نگاہ ناقابلِ برداشت ہے۔

یارب! نگہِ تو بر نہ گردد
برگردنِ روزگار سہل است!

مُصیبت یہ تھی کہ ذہنیت مسخ ہو چکی تھی۔ یزید اور یزید کے حاشیہ نشین جس صورتِ حال میں مُبتلا تھے وہ حضرت امامؑ اور اُن کے مقاصدِ عالیہ کو سمجھنے اور پُورا کرنے سے ہی قاصر تھے۔

آہ! وہ قافلہ رواں ہو چکا تھا حضرت امامؑ جس کے بچے ہُوئے ایک فرد تھے۔

محوی چہ نواست ہمنوایاں رفتند! بیگانہ نشیں کہ ہمنوایاں رفتند!
ایامِ خزاں رسید و گلہا ہمہ ریخت از صحنِ چمن نغمہ سرایاں رفتند!

افسوس! یزید اور یزیدی خود جس سطح پر تھے، صاحبِ معراج کے دوش نشیں کو بھی اسی سطح پر سمجھ رہے تھے یا کم سے کم اس آسمان کے تارے کو زمین پر لانا چاہتے تھے اور یہ ناممکن تھا۔ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ

حضرت امام عالی مقام صاحبِ عزیمت تھے، ایمان و عملِ صالح کا جوش مارتا ہوا سمندر تھے جس کے آگے ایسے اور ایسوں کے مطالبات کا زورق حیات غرق ہو جاتا اور خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتا ہے۔ چنانچہ قاصد نے

Marfat.com

خط کا جواب مانگا تو آپؓ نے فرمایا:

"سا مالہٗ عندی جواب، "میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے"

مُحاصرۂ آب

ظالم جب ظلم پر اتر آتا ہے اور اس کو اس پر کچھ اختیار بھی ہوتا ہے، تو پھر کیا کچھ نہیں کرتا۔ تاہم اگر "یزید اور یزیدی" اس کا پورا مظاہرہ نہ کرتے تو حضرت امامؓ عالی مقام کے ظاہری و باطنی اوصاف کیونکر چمکتے۔

یزید نے اپنے مثیل ابن زیاد کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ وہ اس کے مقاصد کو اچھی طرح پورا کر سکے گا اور واقعی اس نے اس میں کسی طرح کی کمی کی بھی نہیں۔

قاصد نے واپس ہو کر حضرت امام کے غیظ و غضب کا حال بیان کیا تو ابن زیاد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اب اس نے اپنے احکامات کے تحت آپؓ اور آپؓ کے رفقاء پر پانی بھی بند کر دیا۔

ہر کہ دریں بزم مقرب تر است

جامِ بلا بیشترش می دہند!

چنانچہ عمر و سعد کی سپہ سالاری میں عمرو بن الحجاج پانسو سواروں کا افسر بنا کر فرات کے کنارے خاص کر اسی غرض کے لیے متعین کیا گیا کہ حضرت

Marfat.com

امام اور اُن کے ساتھیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچ سکے۔

حسینی کرامات

عبداللہ بن ابی حصین، یزیدی فوج کے ایک سردار نے حضرت امام کو پکار کر کہا:

"حسینؓ! دیکھتے ہو، یہ پانی کیسا میٹھا ہے، لیکن تمھیں ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ تم پیاس کے مارے مر جاؤ گے۔"

ایک راوی چشم دید کہتا ہے:

"خدا کی قسم، میں نے عبداللہ بن ابی حصین کو اس حال میں دیکھا کہ وہ پانی پیتے پیتے تھک جاتا تھا۔ مگر پیاس کسی طرح نہیں بجھتی تھی، آخر اسی حال میں مر گیا۔"

شمر کی آمد

عبیداللہ ابن زیاد گورنر کوفہ کو عمر سعد کی طرف سے میدانِ کربلا سے ہر روز خبریں پہنچ رہی تھیں اور وہ بھی سخت سے سخت احکامات بھجوانے میں مصروف تھا۔

Marfat.com

حضرت امام کا مطالبہ اور آپؑ کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ یکبارگی آپؑ پر ہاتھ ڈالنے کی کسی کو ہمت ہوتی۔ اس پر یہ بھی مشکل آن پڑی تھی کہ حضرت امام اب تک بالکل نرمی برت رہے تھے، جنگ و جدال کا نام تک نہیں لیتے تھے۔ آپؑ کو اصلاحِ حال کے سوا اور کچھ مطلوب نہ تھا چنانچہ ایک نہیں، کئی موقع پر فرمایا:

"مجھے یزید کے پاس دمشق بھیج دو۔ وہاں پہنچ کر بالمشافہ گفت گو ہو جائے گی۔"

مگر اس میں ان لوگوں کو اپنا نقصان نظر آ رہا تھا جو یزید پرست تھے۔ ان میں سے ایک شمر بھی تھا۔ جو مصالحت کا سخت مخالف تھا۔ وہ ابن زیاد پر زور ڈال رہا تھا کہ جو کچھ ہونا ہے موقع ہے کہ اب ہو جائے حسینؑ ایک مرتبہ پنجہ سے نکل گئے تو پھر ہاتھ نہیں آ سکتے اور معاملہ دوسری صورت اختیار کر لے گا۔ مدینہ میں مروان اور کوفہ میں شمر ایک ہی قماش کے تھے چنانچہ شمر نے ابنِ زیاد سے عمرو سعد کے نام ایک خط حاصل کیا اور جلد سے جلد لے کر کربلا تک پہنچایا۔ خط کا مضمون یہ ہے:۔

"میں نے تجھے (عمرو سعد کو) اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ حسینؑ کو بچاتے، سلامتی کی امیدیں دلاتے۔ میرے پاس

سفارشیں بھیجے۔ دیکھ میرا یہ حکم آخری اور قطعی ہے، حسینؑ اگر سرِ تسلیم خم کریں تو میرے پاس بھیج دے ورنہ حملہ آور ہو کر قتل کر لاشہ کو پامال کر، قتل کے بعد ان کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے ضرور روندی جائے، وہ اسی کے مستحق ہیں، کیونکہ باغی ہیں سرکش ہیں، جماعت سے نکل گئے ہیں، یاد رکھ، ان کے قتل میں کوئی نقصان نہیں، میں نے عہد کر لیا ہے کہ اگر قتل کروں گا تو یہ سب ضرور کروں گا۔ سُن لے! تو نے اگر میرے حکم کو پورا کیا، تو انعام پائے گا، اور اگر اس کی تعمیل نہیں کی تو اپنے کو معزول سمجھ، میں تیری جگہ پر شمر بالجوشن کو مقرر کرتا ہوں۔"

بات صاف ہو گئی، دل کی، زبان پر آ گئی۔ یہ عبارت آئینہ دار ہے یزیدیوں کے خیالات کی۔ کیا ذلت کی شرطیں پیش کی جا رہی ہیں، ہاتھ پاؤں کے جھکائے ہوئے اس کو جس کو خدا نے ہمیشہ کی سربلندی کے لیے پیدا کیا۔ سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں، بالفاظِ دیگر اس پر بھی قید کر لو اور پابزنجیر کر کے بھیج دو کا حکم ہے۔

ورنہ بہ شکلِ دیگر تو پھر وہ سب کچھ کر گزرو جو اپنے حیطۂ امکان میں ہے۔ کیونکہ ان کے خیالِ فاسد میں حضرت امامؑ باغی ہیں اور باغی کی یہی سزا ہے اور بہ زعمِ خود یہ حق پر ہیں۔ اس کا فیصلہ قیامت کے دن جو کچھ ہو

اور اس کی سزا جو اس دن ملے گی اس کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں، لیکن آج دُنیا میں جو لعنت کی بوچھار ہو رہی ہے وہی کیا کم ہے، اور کیا اسی مقام اسی محل میں جہاں ــــ زیاد کا بیٹا آج کو بن ملت الملک بجا رہا ہے اس کا سر مُختار کے سامنے کاٹ کر نہیں لایا گیا۔ سچ ہے ظالم وقت پر نہیں چینتا۔

ماراً بجفا گُشتہ پشیماں شُدہ باشی!

خونِ دلِ ما ریختہ حیراں شُدہ باشی!

نقطۂ نظر بدل جائے تو سب کچھ بدل جاتا ہے، فرعون اور فرعونیوں نے بھی تو حضرت موسیٰؑ کے متعلق یہی کہا تھا۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ۔

ترجمہ: قومِ فرعون کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا کہ ملک میں فساد پھیلائیں اور تجھے اور تیرے بتوں کو نظر انداز کر دیں۔

اور کیا اسی پر بس کیا تھا، یہ بھی تو کہا تھا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِىْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ

ترجمہ: فرعون نے اپنے ارکانِ دولت سے کہا کہ تم مجھے اجازت

Marfat.com

دو کہیں موسیٰ کو مار ڈالوں اور وہ اپنے رب کو بلاتے، مجھے اس سے ڈر ہے کہ کہیں وہ تمھارے دین کو خراب نہ کر دے اور ملک میں فساد برپا نہ کر دے۔"

انھوں نے یہ الزام بھی لگایا تھا یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِنْ اَرْضِکُمْ اس نے تو حضرت موسیٰؑ کو کافر بھی کہا تھا وَ اَنْتَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ۔ وہ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر خدائے موسیٰؑ کی شان میں بولا تھا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ یَا هَامَانُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ، اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ کَاذِبًا ؕ

(ترجمہ) فرعون نے ہامان سے کہا میرے واسطے ایک محل (مینا) تیار کر تاکہ میں آسمان کے راستوں پر پہنچوں اور وہاں سے موسیٰ کے خدا کو دیکھوں۔ کیونکہ میں اُس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔

اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں کے لیے یہ حکم صادر ہوا تھا

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰی ؕ

Marfat.com

ترجمہ: فرعون نے جادوگروں (ایمان لانے والوں) سے کہا میں تمہارے مخالف ہاتھ پاؤں کاٹوں گا اور تم کو کھجور کے درخت پر سولی دوں گا۔ پھر تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون سخت عذاب میں ہے۔

مگر ادھر سے اس کا کیا جواب تھا:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ

ترجمہ: انھوں نے کہا، بہر حال ہم تجھے اس چیز کے مقابلے میں قبول نہیں کر سکتے جس کی دلیل ہم کو پہنچ چکی۔ تو جو حکم تجھکو کرنا ہے کر گزر اور دنیا کی زندگی کے سوا تو کر بھی کیا سکتا ہے۔

اور ایک حضرت موسیٰؑ ہی پر کیا موقوف، جملہ انبیاء و مرسلین کے تعلق یہی رائے قائم کی گئی اور مخالفین نے اپنے اپنے مقدمہ کو انھیں غلط اور کمزور دلائل سے مضبوط کرنا چاہا۔ اور اپنے اپنے بچاؤ کے لیے اسی کو ڈھال قرار دیا۔

حق پرستوں سے قید و بند کی کڑیاں اسی لیے جھلوائی جاتی ہیں ان کو تختۂ دار پر اسی لیے چڑھایا جاتا ہے۔ قتل کی نوبت اسی لیے آتی ہے

Marfat.com

اور اسی پردے میں آتی ہے۔ غضب کیا ہوا خزانہ، اختیار، سلطنت، عہدہ چھوڑتے افسوس ہوتا ہے، جان نکلتی ہے اور لوگوں کو دکھانا ہے کہ جو کچھ کیا جارہا ہے، امن کے لیے کیا جارہا ہے، فساد کو روکنے کے لیے کیا جارہا ہے۔ آباؤ اجداد کی روایات کو قائم رکھنے کے لیے کیا جارہا ہے۔ الغرض یہ خدا کے باغی خدا سے صلح کرنے والوں کو اپنا باغی قرار نہ دیں تو اور کریں کیا۔

عمر سعد نے اس فرمان کو دیکھ کر کہہ دیا تھا۔

"خدا کی قسم! حسینؑ ہرگز اپنے کو حوالہ نہیں کریں گے۔ ان کے پہلو میں بڑا خوددار اور غیور دل ہے۔"

مگر اس سے کیا ہوتا تھا۔ رے اور طبرستان کے وعدوں کی وہ بوجھل بیڑیاں اس کے پاؤں میں پڑ چکی تھیں جو اترتی نہ تھیں۔

شمر کے رشتہ دار لڑکے

شمر کو معلوم تھا کہ اس کے رشتہ کے لڑکے حضرت امام کے رفیقوں میں شامل ہیں اس لیے ابن زیاد سے ان کے لیے امان لے کر آیا تھا۔ پہلے تو ان کو دوسرے کے ذریعہ سے ورغلا کر اور توڑ کر جدا کرنا چاہا لیکن جب اس سے کام نہیں چلا تو خود ہی قریب آیا اور پکار کر کہا:

"ہماری بہن کے لڑکے کہاں ہیں؟"

یہ گنتی میں چار لڑکے تھے جو سامنے آکر بولے۔ کہہ، کیا کہتا ہے۔

شمر: تمہارے لیے میں نے امن و سلامتی کا سامان کر لیا ہے۔

لڑکے: تیری امان پر لعنت، ہمیں امان دیتا ہے۔ لیکن فرزندِ رسول اللہ کے لیے امان نہیں ہے۔

شمر اپنا سا منہ لے کر واپس ہو گیا۔

یہ حضرت امامؑ کی صحبت کا اثر تھا۔ سچ ہے پارس پتھر سے لوہا بھی چھو جاتے تو سونا ہو جاتا ہے۔

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم!

(۲۱)
ایک کے لیے اکیس ہزار

میدانِ کربلا کے لیے یزیدی فوج کی صحیح تعداد میں اختلاف ہے۔ لیکن بعض نے ۲۱ ہزار بھی لکھا ہے۔ یہ اکیس ہزار کا اجتماعِ عظیم صرف ایک جان کے لیے تھا۔ یا زیادہ سے زیادہ ۷۲ نفوس کے لیے۔

دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعد!
دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد!

Marfat.com

مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ یزیدی دل فوج بلا وجہ جمع کی گئی تھی، یہاں سے یزیدی حکومت کی قلعی کھلتی ہے۔ یزیدیوں کو معلوم تھا کہ عام طور پر مسلمان دست بیع ہوئے ہیں اور نہ ان کے دل یزید کے ساتھ ہیں۔ برعکس اس کے حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں، کہ قلوب ان کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے، کسی طرف سے کمک آجائے اور واقعی جنگ، دو سرا زوکا مقولہ پیش آجائے۔

طرفہ یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ تو ایک طرف کوفہ سے بھی دور رکھا جاتا ہے۔ جہاں کے لوگ تیر سے کبھی بھی باوفا ثابت نہیں ہوئے تھے۔ دنیا اب بھی اس کو جنگ کہے گی، مقابلہ کی جنگ، اور یزید کی فتح سے تعبیر کرے گی۔

صاف ظاہر ہے کہ جو مہم درپیش ہے، جو مقصد سامنے ہے اس کے حصول کے لیے استقلال و ارادہ میں پختگی ہے۔ شدید ترین اور آخری مصائب بھی حضرت امام کو متزلزل نہیں کرسکتے۔ ان کا مردانہ مقابلہ کیا جارہا ہے۔ اب بھی یزیدی حکومت کے نقائص علی الاعلان کیے جارہے ہیں۔ اخلاقی جرأت کا یہ عالم ہے کہ خموشی اور صبر و سکون کے ساتھ خدا کی مرضی پر سر تسلیم خم ہے لیکن یزید کے مطالبہ بیعت پر دل نہیں جھکتا۔ اور یہ ہٹ دھرمی نہیں۔ بلکہ حق پر ثابت قدمی ہے۔ جو صرف خاصان خدا کا حصہ ہے۔

Marfat.com

شبِ عاشورہ

شمر کے آجانے سے عمر و سعد کی فوج میں ایک خاص ہلچل تھی۔ اب جلد از جلد جنگ کا فیصلہ مقصود تھا۔ جس میں وہ خوف بھی شریک تھا جس کا اوپر بیان ہوا ہے۔

محرم کی نویں تاریخ اور شام کا وقت تھا کہ یزیدی فوج پہلی مرتبہ حرکت میں آئی۔ حضرت عباسؑ علمدار نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دشمن اب اپنا منصوبہ پورا کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت امام نے سُنا تو ایک شب کی مہلت یہ کہہ کر طلب کی کہ آج شبِ عاشورہ ہے ہم آج کی رات اطاعتِ الٰہی میں گزارنا چاہتے ہیں۔ جو کچھ ہونا ہے کل ہو جائے گا۔

فہمِ قرآن کا اظہار

یزیدی فوج اُدھر واپس ہوئی اور ادھر مغرب کی اذان ہوئی۔ مؤذن

Marfat.com

نے جس وقت اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه کہا تو دشتِ کربلا میں عجیب سماں چھا گیا اور قلوب کی عجیب کیفیت ہو گئی فریضۂ نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت امام نے چھوٹے بڑے سب کو جمع کر کے تقریر فرمائی:

"خدایا! تیری حمد و ثنا کرتا ہوں، ہر حال میں شکر گزار ہوں تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے شرف بخشا، ہمیں فہمِ قرآن سے نوازا۔ دین کی سمجھ عطا کی اور عبرت حاصل کرنے کے لیے آنکھیں دیں، کان دیئے اور دل مرحمت فرمایا۔

اما بعد! میرے رفیقو! مجھے نہیں معلوم کہ آج روئے زمین پر مجھ سے افضل کوئی شخص موجود ہو۔ یا میرے ساتھیوں سے زیادہ ہمدرد و غم گسار کسی اور کے ساتھی ہوں۔

لوگو! میں سمجھتا ہوں کہ کل میرے اور دشمن کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔ خدا تم سب کو جزائے خیر دے۔ تم نے حقِ رفاقت ادا کر دیا۔ اب غور و فکر کے بعد میری یہ رائے ہے کہ خوشی کے ساتھ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ دشمن صرف میرے خون کے پیاسے ہیں تم سے ان کو کوئی پرخاش نہیں۔ اس لیئے تم سے باز پرس بھی نہیں کریں گے اور نہ تمھاری طرف متوجہ ہوں گے۔

افسوس! یہ لوگ ہم اہل بیت سے واقف نہیں اُن کا مُطالبہ ہے کہ مَیں ذلّت قبول کروں یا تلوار اٹھاؤں۔ ہمارے حق میں یہ بات اللہ اور اللہ کے رسول کو پسند نہیں۔ ہم جن گودوں میں پلے ہیں وہ ذلّت سے ناآشنا ہیں، ہم جن گہواروں میں کھیلے ہیں وہ اس سے دُور رہیں، ہم ذلّت قبول نہیں کر سکتے، ہمارے سر جھک نہیں سکتے، ہمارے شریف دل بے عزّتی برداشت نہیں کر سکتے۔ واللہ ذلّت و بے آبروئی سنے پہلے مَیں تلوار کو درمیان لاؤں گا۔ اس تلوار کو جوشانوں سے، زمین پر ہاتھ پاؤں کے ڈھیر لگا دیگی۔"

اللہ، اللہ کیا لاجواب، کیسی شاندار اور کس اعلیٰ پایہ کے خیالات وجذبات سے لبریز تقریر ہے، عزم وثبات کا کیسا کوہ وقار اظہار ہے۔ ایمان وعقیدے کی کتنی بے مثال نظیر ہے۔ صبر واستقامت اور صاحبِ عزیمت ہونے کا کتنا نادر ثبوت ہے۔ دین کی لاج یُوں رکھی جاتی ہے۔ خُودداری اور عزتِ نفس کا پاس اس طرح کیا جاتا ہے۔ سلف کی روایات کو یُوں دُہرایا جاتا ہے۔ آنے والی نسلوں اور قوموں کی حق رسی اور زندگی کے حصول کا سامان یُوں فراہم کیا جاتا ہے۔

حضرت امامؑ نے فہم قرآن کا ادعا فرمایا ہے، کیا اس کی ضرورت تھی؟ کیا اس میں کسی کو شک ہو سکتا ہے؟ "قرآنیوں" پر تو یہ امر شاق ہے کہ آپؑ

کو ایسا کہنا پڑا۔
آپؑ کی ذاتِ مبارک سے تو صادق المصدوق کے اس ارشادِ مبارک کی تکمیل ہوئی ترکت فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی۔
بخدا جسے قرآن سے کوئی بہرہ نصیب ہوتا ہے وہ یہی کہتا ہے اور وہ یہی کرتا ہے۔ اس کے قول و فعل میں مطابقت ہوتی ہے۔ حضرت امامؑ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی مجسّم تفسیر تھے۔ اس لیے ان سے اسی کی اُمید تھی۔

ایں خانہ تمام آفتاب است

حضرت امامؑ عالی مقام نے اپنی تقریر ختم فرمائی اور اپنے مرتبہ کی باتیں جب کہہ چکے تو جواباً آپؑ کے رفقاء کی باری آئی۔ سب سے پہلے آپؑ کے برادر حضرت عباسؓ نے کہا:

"یہ کیوں ؟ کیا اس لیے کہ ہم آپؑ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں اس دن کے لیے زندہ نہ رکھے۔"

حضرت مسلم کے رشتہ داروں نے کہا:

"نہیں، واللہ، ایسا ہرگز نہ ہوگا، ہم تو آپؑ پر سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپؑ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ جو آپؑ پر گزرے گی

ہم پر بھی گزرے گی۔"

رفقاء میں سے ایک نے صدا دی۔

"واللہ، نہیں، ہرگز نہیں، میں اپنا نیزہ دشمنوں کے سینوں میں توڑ دوں گا۔ تلوار کا قبضہ جب تک ہاتھ میں رہیگا۔ تلوار چلاؤں گا، نہتا ہو جاؤں گا تو پتھروں سے ماروں گا۔ تاآنکہ موت آجائے۔"

دوسرے کی آواز بلند ہوئی:

"بخدا ہم آپؑ کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا اور اس کے رسولؐ کے حق کی حفاظت کا حق ادا نہ ہو جائے۔"

قسم بخدا! اگر میں یہ جان لوں کر قتل کیا جاؤں گا، پھر آگ میں جلایا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں منتشر کی جائیگی، اور ایک مرتبہ نہیں ستر مرتبہ میرے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔ تب بھی آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

ایک اور رفیق نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

"خدا کی قسم! میں ایک ہزار دفعہ بھی آرے سے چیرا جاؤں پھر بھی آپؑ کی رفاقت سے منہ نہ موڑوں گا۔"

Marfat.com

اخیر میں سب ایک زبان ہو کر بولے:

"بخدا تے لایزال، ہم آپؑ سے جدا نہیں ہو سکتے، ہماری جانیں آپؑ پر قربان، ہم اپنے ہاتھوں، اپنے سینوں اور اپنی پیشانیوں سے آپؑ کی مدافعت کریں گے۔ قتل ہو گئے تو اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے۔"

مستورات

مردوں اور بچّوں کے ایمان اور ان کی بہادری کا یہ عالم تھا جو بیان ہوا لیکن مستورات جو ضعیف الاعتقاد مشہور ہیں۔ ان کی خوش خوبیاں اس سے کچھ کم نہ تھیں۔ اپنی اپنی جگہ پر ان کا حق رفاقت ادا کرنا، سب کچھ دیکھنا، اور صبر و شکر سے کام لینا ہماری مستورات کی سیرت کو سنوارنے کے لیے نمونہ کا کام کرتا ہے۔ امتِ مرحومہ کی ہر ماں اور ہر بہو بیٹی کے لباس رعنائی اور زیورِ خوش نمائی میں اضافہ کا باعث ہے۔

حضرت زینبؑ خواہرِ حضرت امام عالی مقام کو اپنے بھائی سے شدید محبت تھی۔ یہ اپنے بھائی کی مصیبتوں سے بہت زیادہ متاثر تھیں۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی زبانی ان کے متعلق سنیئے:

"جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں میں بیمار

پڑا تھا۔ اور میری پھوپھی زینبؓ تیمارداری کر رہی تھیں۔ اتنے میں میرے والد خیمے میں تشریف لائے، آپؑ کی زبان پر اس وقت جو اشعار جاری تھے اس سے آپؑ کا ارادہ معلوم کر کے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔"

چونکہ حضرت امام علیہ السلام بھی ان کا خاص خیال فرماتے تھے، ان کی دلجوئی کے لیے قریب آتے اور اس موقع پر بھائی نے بہن کو لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" کا جو وعظ سنایا ہے۔ وہ بھی اس لائق ہے کہ صنفِ نازک کا آویزۂ گوش بنے۔

"بہن! خدا کو یاد کرو، اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرو۔ زمین والے ہوں خواہ آسمان والے، سب مریں گے۔ خالق باقی رہے گا۔ مخلوق ساری فنا کا جام پیئے گی۔ اس لیے موت کے خیال سے رنج و بے قراری عبث ہے۔ دیکھو مجھ سے میرا باپ افضل تھا، میری ماں کا مرتبہ بلند تھا، میرا بھائی بزرگ تھا، یہ سب چل بسے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ۔

پس! ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ صلعم کی مبارک ذات میں نمونہ ہے۔

بہن! مجھ سے عہد کرو، میرے مرنے پر گریباں چاک نہیں

کروں گی۔ میرے غم میں اپنے کو ہلاک نہیں کروں گی۔ اپنی موت کے لیے دعائیں نہیں مانگوں گی۔"

اللہ والے بھائی نے، جس دل سے نصیحت کی تھی اللہ والی بہن نے اسی گوشِ دل سے اس کو سنا اور کربلا جیسے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور صابرہ وشاکرہ بنی بیٹھی رہیں۔

خیمۂ حسینؑ میں کیا ہو رہا تھا

خیمۂ حسینؑ میں عام طور پر بجائے بد دلی، خوف وہراس، حزن وملال اور نالہ وفریاد کے ایک روحانی مسرت چھائی ہوئی تھی، فرات اپنی روانی کو لیے بیٹھا رہا تو کیا یہاں ہر متنفس کے دل میں وہ لہریں اور وہ موجیں شوقِ شہادت میں تڑپ رہی تھیں جن پر تمام دنیا کے دریا، ان کی لہریں اور ان کی موجیں نثار ہوں۔

خیمۂ حسین علیہ السلام میں طاعتِ الٰہی کے سوا اگر کچھ ہو رہا تھا تو وہ بھی یزیدی فوج سے مقابلہ کی تیاری تھی۔ اور یہ بھی طاعتِ الٰہی سے کیا کم تھی۔

ہر کہ با اخلاص قدم مے زند
عیسیٔ وقت است کہ دم مے زند

Marfat.com

حضرت زین العابدین بن حضرت امام حسین علیہ السّلام فرماتے ہیں!

"جس رات کی صبح کو میرے والد شہید ہوئے ہیں خیمے میں ابوذر غفاریؓ کا غلام حُریؓ بیٹھا تلوار صاف کر رہا تھا"

وقت پر ہوش و حواس کا قائم رہنا ہی تو جوانمردی اور بہادری ہے۔ جو خیمۂ حسینؑ میں گھر گئے ہوئے تھی۔ اس لیے ہر شخص اپنے اپنے کام میں مشغول نظر آرہا تھا۔ عجز والحال میں، گریہ وزاری میں، راز و نیاز میں اور معلوم نہیں کن کن طرح کی عبادات میں گزری، خدا کے اس خاص بندے نے خاص انداز میں، خاص الفاظ میں معلوم نہیں کیا کیا پیش کیا اور مالکِ حقیقی نے کن کن اداؤں سے قبول کیا۔ کیا کیا انعامات عطا ہوئے اور کیسے کیسے درجات بلند کیے گئے۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست!
کراماً کاتبین راہم خبر نیست!

بالیقین یہ ایک بڑے سے بڑے عبادت گزاروں کی ہزار راتوں سے بھی مرتبہ میں بلند تھی۔ حسینیوں کے خیمہ پر براہِ راست انوارِ رحمتِ الٰہی کی بارش ہو رہی تھی خواہ فرات کے پانی سے کتنی ہی دُوری رہی۔

آپؑ اور آپؑ کے رفقاء نے اس رات کو عجیب ذوق و شوق اور تواجد میں گزارا۔ جس سے کربلا کی یہ حصۂ زمین قابلِ صد احترام بن گئی۔

یوں تو جو بھی تھا تبجانی جنوبہم لذکر اللہ کی مکمل تفسیر تھا لیکن بالخصوص امامِ دوراں اپنے مرتبہ کے لحاظ سے بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ آپ بلند آواز سے یہ آیت پڑھتے سُنے گئے۔

لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ○ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ط

ترجمہ: کافر یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کو بھلائی کے لیے ڈھیل دی ہے نہیں، بلکہ ان کو اس لیے ڈھیل دی ہے تاکہ گناہ میں اضافہ ہو جائے اور یہ تو ہے ہی کہ اُن کے لیے اہانت والا عذاب ہے اللہ مومن بندوں کو اس حال پر نہیں چھوڑ دیگا۔ تا آنکہ خبیث اور طیب میں امتیاز نہ ہو جائے۔

سپیدۂ صبح نمودار ہوا، نمازِ فجر قدسی صفات مقتدیوں نے امامِ زماں کے پیچھے ادا کی۔

حضرت امامؑ نے اس وقت ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ نانا جان تشریف لائے ہیں جو فرمارہے تھے کہ

"اے حسینؑ! میں چاہتا ہوں کہ آج شام تو میرے ساتھ

Marfat.com

روزہ افطار کرے۔ اولیاء اللہ اور انبیاء و صدیقین کی روحیں تیرے استقبال کی تیاری میں ہیں۔ جنت تیرے لیے سنواری گئی ہے۔ حوریں تیرے خوش آمدید کے گیت گا رہی ہیں"۔

جس نے آپ کا یہ خواب سنا اس کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو نکل پڑے۔

مرنے کی آرزو

یہ صبح اُس رات کی صبح تھی جو عجیب انتظار میں اس طرح گزاری گئی تھی۔ جس طرح اللہ کے نام پر رمضان شریف کا روزہ رکھنے والے اللہ کے حکم سے کھانا پانی چھوڑنے والے شام میں عید کا چاند دیکھ کر گزارتے ہیں اور عید کی صبح مناتے ہیں بلکہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے کی کچھ اس سے زیادہ مسرت اور شادمانی اِن کو تھی جو کئی دنوں سے بھوکے اور پیاسے تھے۔

آج حضرت بریر بن حضیر ہمدانی بے حد مسرور نظر آ رہے تھے کسی نے پوچھا اس مسرت کا سبب کیا ہے۔

جواب ملا:

"ہم بہت جلد ایک ایسی سعادت سے دوچار ہونے

والے ہیں جس کو کبھی زوال نہیں۔

جنت کے انعامات اور ہمارے درمیان بس اتنی ہی دوری رہ گئی ہے کہ دشمن ہم پر تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑیں۔

آہ! میری کس قدر آرزو ہے کہ یہ لوگ جلد سے جلد مجھ پر آپڑیں۔

Marfat.com

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَثَلُ
الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَسَّتْھُمُ الْبَاْسَاءُ وَ
الضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا

یومِ عاشورہ

۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری

وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ

دہر میں مسلم ہے حق کی آزمائش کیلئے!
تمغہ ایماں نہیں ملتا نمائش کے لیے!

Marfat.com

صبح ہوئی، یزیدی فوج سے صدائے طبلِ جنگ بلند ہوئی، فوج کی کمانڈ عمرو سعد کے سپرد تھی؛ میمنہ پر عمرو بن حجاج اور میسرہ پر شمر ذی الجوشن مقرر تھے حضرت امام علیہ السلام نے بھی اپنے لوگوں کو میمنہ اور میسرہ پر تقسیم کیا۔ زہیر بن قیس عربی میمنہ پر اور کعب بن مطہر میسرہ کو زینت دے رہے تھے۔ علم حضرت عباسؓ کے سپرد تھا۔ یہ تعداد میں کل ۷۲ نفوس تھے جن میں سے ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے تھے۔

حسینی کرامات

اہلِ خیمہ کی حفاظت کے لیے آپؑ نے خیمہ کے گرد خندق کھدوائی تھی جس میں رات کے وقت آگ روشن کی تھی، ایک یزیدی اس کی طرف اشارہ کر کے بولا؛

"حسینؑ مرنے سے پہلے ہی تم نے آگ قبول کر لی"

اتنے میں اس کا گھوڑا بھڑکا اور مع سوار خندق کی آگ سے دوچار ہوا اور پھر اس میں اس طرح الجھا کہ جل بھن کر خاک ہو گیا۔

انسان غم و غصہ میں سب کچھ بھول جاتا ہے مگر "تبلیغِ حق کا یہ مجسمہ میدانِ کربلا میں" بھی اپنے اصلی فرائض کو فراموش نہیں کرتا۔ یزیدی فوج کے سامنے ایک مرتبہ اور اس طرح اتمامِ حجت کی جاتی ہے۔

Marfat.com

"اگرچہ میں فخر نہیں کرتا لیکن اگر فخر کروں تو میرے فخر کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ میں علیؓ کا بیٹا ہوں، جو اولادِ ہاشم سے ہیں میرے نانا، اللہ کے رسول ہیں، جو اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔"

"میری ماں فاطمہؓ ہیں جو رسول اللہؐ کی بیٹی ہیں۔"

"میرے چچا جعفرؓ ہیں، جن کا لقب ذوالجناحین تھا۔"

"اللہ کی سچی کتاب میرے گھر میں اتری۔"

"مخلوقات میں ہم اللہ کی امانت ہیں۔"

"حق کے معاملہ میں ہم بادشاہِ وقت سے بھی نہیں ڈرتے اور جس راستے پر ہم چلتے ہیں، اس پر چلنے والے سب میں بہتر ہیں اور اس کے خلاف کرنے والے قیامت کے دن خسارے میں رہیں گے۔"

ان لاجواب باتوں کا جواب ہی کیا ہو سکتا تھا۔ لہٰذا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اللہ والوں کو کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ کر کے ایک مرتبہ پھر آپؓ خیمہ میں واپس آئے۔ رسولِ خدا صلعم کا عمامہ سر پر رکھا حضرت علیؓ کے پٹکہ سے کمر کو زینت بخشی، ذوالفقارِ حیدری گردن میں حمائل کی اور سواری کے سامنے قرآن مجید رکھا۔

Marfat.com

اے شانِ حیدری ز جبیں تو آشکار!
نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار!

اس موقع پر اُن تبرکات کو بھی یاد کر لینا چاہیئے، جس کی شان میں بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَ تَحْمِلُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ آیا ہے۔

حضرت امامؑ کے ساتھ ان خطوط کا پلندہ بھی تھا جو کوفہ والوں نے آپؑ کی طلبی میں لکھے تھے اور ان میں وُہ لوگ بھی تھے جو سامنے یزیدی فوج میں نظر آ رہے تھے۔ اس موقع پر پھر آپؑ نے نصیحت آمیز تقریر فرمائی۔ اور ان خطوط کا بھی حوالہ دیا۔ لیکن ان لوگوں نے سرے سے انکار کر دیا کہ یہ خطوط ان کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس پر آپؑ نے فرمایا:

"الحمد للہ! تم لوگوں پر حجت تمام ہوئی۔"

عمر سعد آگے بڑھ کر بولا:

"اے حسین! اب یہ ساری باتیں بیکار ہیں، یا تو یزید کی بیعت قبول کر لو یا لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

دشمن کی فوج کو حملہ آور ہونے کے لیئے آگے بڑھتے دیکھ کر آپؑ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا۔

"خدایا! ہر مصیبت میں میرا تجھی پر بھروسہ ہے! اور ہر مشکل میں تو ہی میرا سہارا ہے۔"

Marfat.com

خدا پرستی اس کا نام ہے، شانِ عبودیت اس کو کہتے ہیں، خدا ہی کے لیے سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ پھر بھی کوئی فخر نہیں، بلکہ بات بات سے نیازمندی کا اظہار ہے۔

راہِ خدا میں جان نثاریوں کا سلسلہ

جب حق و باطل کے فیصلہ کا وقت آ ہی گیا تو حضرت امام سے اجازت طلب کر کے وہ لوگ جو "رِبّیّون" کی مصداق تھے ایک ایک کر کے عرب کے قدیم قاعدے کے مُطابق مبارز طلب کرنے والوں کے مقابلے میں آنے لگے۔ حضرت امام کے رفقاء میں سے حضرت زہیر نے حق و صداقت سے بھری ہوئی ایک تقریر کی جس سے دل ہل گئے۔ شمر بن ذا الجوشن برداشت نہ کر سکا اس نے ان کی طرف تیر پھینکا اور کہا:

"چپ" خدا تجھے مارے، اپنی بکواس سے تو نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔"

زہیرؓ نے کہا:

"میں تجھ سے نہیں بولتا، تو ایک جانور ہے، خُدا کی قسم، کتاب اللہ کی دو آیتیں بھی تجھے اچھی طرح نہیں معلوم۔

شمر: خدا تجھے اور تیرے ساتھ والوں کو ابھی قتل کرنے والا ہے۔

Marfat.com

زہیر، کیا تو ہمیں موت سے ڈراتا ہے! واللہ تم جیسوں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے پر میں موت کو ترجیح دیتا ہوں۔

پیچھے سے ایک آواز آئی۔ زہیر واپس چلے آؤ، موسیٰؑ نے فرعونیوں کو جتنی نصیحت کی تھی، تم بھی کر چکے۔ حجت پوری ہو گئی۔

قاسم سخن کوتاہ کُن برخیز عزم راہ کُن
شکر بر طوطی فگن مُردار پیش کرگساں!

حُرؒ بن یزید ریاحی

اس نوبت پر حُر جو ابھی یزیدی فوج کے ایک افسر تھے اپنے گھوڑے کو چمکا کر آگے بڑھے اور عمر و سعد سے بولے:

کیا تو حضرت امام حسینؑ سے ضرور لڑے گا۔

عمر و سعد نے جواب دیا بے شک یہی ہو گا۔ تو کس فکر میں ہے؟

حُر: بخدا میں جنت اور دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں اور سن لے کہ جنت منتخب کر لی ہے۔ خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے یا زندہ جلا دیا جائے۔ تو بتا کل کے دن خدا کو کیا جواب دے گا۔ یہ کہا اور گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے حضرت امام کے قدموں پر آ گرے اور اپنی خطاؤں کی بالحاح معافی کے خواستگار ہوئے۔ یہاں لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

کی پہلے سے صدا بلند تھی۔ یہ جنگ میں پہنچے تو لڑتے لڑتے گھوڑا زخمی ہو گیا۔ اس پر بولے :

"اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کر دیا تو کیا ہوا میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں" میں سب سے اچھے آدمی کی حمایت میں دشمنوں کے ٹکڑے اڑا دوں گا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قتل نہ کر لوں گا قتل نہ ہوں گا۔ اور مروں گا تو اس حال میں کہ آگے بڑھ رہا ہوں گا۔ دشمن کو تلوار کی کاری ضرب سے ماروں گا۔ نہ بھاگوں گا، نہ ڈروں گا"

عبداللہ بن عمیر کلبی

یہ راہِ خدا میں کفار و مشرکین سے جہاد کرنے کے بے حد خواہش مند تھے۔ جب کوفہ میں حضرت امامؑ کے خلاف فوج کی تیاری اور روانگی دیکھی تو کہنے لگے :

"بخدا! میں کفار و مشرکین کے ساتھ جہاد کی فکر میں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ ان مسلمانوں سے لڑنا زیادہ ثواب کا موجب ہو گا۔ جو اپنے نبیؐ کے نواسہ سے لڑنے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

عجیب خوش نصیب تھے کہ بیوی بھی اسی پائے کی ملی تھی چنانچہ اس نے سُنا تو ساتھ ہولی اور رات میں چھپ کر دونوں "حسینی فوج" میں آ ملے عبداللہ بن عمیر کلبی جس وقت یزیدی فوج سے لڑنے لگے ہیں تو ان کے طرز و انداز عجیب تھے، لڑنے کا عجیب ذوق پایا جا رہا تھا۔ ایک ہی حملہ میں ابنِ زیاد کے دو غلاموں کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ ان کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

"ایسی مار ماروں، جیسی کوئی مومن نوجوان مار سکتا ہے"!

لڑتے لڑتے سستانے کے واسطے واپس ہونے لگے تو اُم وہب اُن کی بیوی جو دروازے پر لاٹھی لیے کھڑی تھیں، دَوڑ پڑیں، اور شوہر کو دشمن کی طرف لوٹانے لگیں، لاٹھی سے ڈھکیلتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔

"مَیں قربان! آلِ محمدؐ کی طرف سے لڑے جا"

مگر عمیر ابھی واپس جانا نہیں چاہتے تھے، یہ دیکھ کر اُمِّ وہب نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ اور میدان کی طرف کھینچنا شروع کیا۔ وہ جوش میں چلا رہی تھیں۔

"واللہ! نہیں چھوڑوں گی، مَیں بھی جان دوں گی"

حضرت امام نے پکار کر کہا؛

"بی بی! خیمہ میں آ جاؤ۔ خدا تمھیں جزائے خیر دے۔ عورتوں

کے ذمہ جہاد نہیں ہے۔
ناموسِ شریعت کے پاس کی انتہا اور سنجیدگی و متانت کی حد ہو گئی۔

حسینی کرامات

یزیدی فوج کے ایک شخص ابنِ جوزہ نے کہا۔ اے حسینؑ مجھ سے [دو]زخ کی بشارت سُن لو! حضرت امامؑ بولے تو جھوٹا ہے بلکہ میں رؤف [ر]حیم خدا کے پاس جا رہا ہوں۔ یہ سُنکر وُہ چاہتا تھا کہ آپؑ پر حملہ آور ہو [گھ]وڑے نے ٹھوکر کھائی اور ایک گڑھے میں گر پڑا۔ ابنِ جوزہ کا پاؤں رکاب [میں] پھنس گیا اور سر زمین پہ آ رہا۔ گھوڑا اُسے لے کر بھاگا اور ٹکڑوں سے [ٹک]ڑے پاش پاش ہو گیا۔

بریرؓ بن حضیرؓ

ان کو خدمتِ قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ یزیدی سپاہ میں ایسے [بھ]ی تھے جنھوں نے ان سے قرآن پڑھا تھا پہلے تو انھوں نے یزیدی فوج [کے] ایک شخص یزید بن معقل سے مباہلہ کیا۔ دونوں نے میدان میں کھڑے [ہو]کر یہ دُعا کی:

"خدایا! ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر تیری لعنت ہو اور

Marfat.com

حق والا باطل والے کو مار ڈالے۔"

اس کے بعد ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ بریر نے ایسی تلوار ماری کہ یزید کے خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک اُتر گئی۔

مگر کعب بن جابر ازدی ان پر حملہ آور ہونے کے لیے لپکا۔ راوی کہتا ہے میں چلّایا۔ اے کعب، کیا کرتا ہے، یہ بریر بن حضیر ہیں جو ہمیں مسجد میں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

لیکن کعب اُن کو شہید کر چکا تھا۔ جب گھر آیا تو اس کی بیوی بُرہنہ تھا ہوئی اور کہنے لگی۔

"فرزند فاطمہؑ کے ساتھ تو لڑا۔ سید القراء بریرؓ کو تُو نے قتل کیا۔ واللہ زندگی بھر تجھ سے بات نہیں کروں گی۔"

مسلمؓ بن عوسجہ

حسینی فوج کے ایک بہادر حضرت مسلم بن عوسجہ دادِ شجاعت دیتے شہید ہوئے تو حضرت امام نے فرمایا،

مسلم تجھ پر خدا کی رحمت۔

مِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ؕ

Marfat.com

ترجمہ: ان میں سے کچھ مر چکے، کچھ موت کے منتظر ہیں اور انھوں نے اپنے مسلک میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

یہی نہیں بلکہ حضرت امامؑ ان کے قریب آئے اور اپنے زانو پر ان کا سر رکھ کر ہاتھ سے بال صاف کرتے رہے۔

ہرچہ ناز رفتہ باشد ز جہان نیاز مندے
کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

حبیب بن مظاہر کا دل بھر آیا۔ مسلم کے پاس آئے اور کہا۔

"مسلم اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ میں بھی فوراً تمھارے پیچھے آرہا ہوں تو تم سے کچھ وصیت چاہتا اور اس کو دل و جان سے پورا کرتا کیونکہ تم اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر ہر طرح اس کے مستحق ہو۔"

مسلم نے حضرت امام کی طرف اشارہ کیا اور کہا

"میری وصیت یہ ہے کہ اس شخص پر قربان ہو جاؤ۔"

حبیبؓ بن مظاہر کے رجز

جب حبیبؓ بن مظاہر حملہ آور ہوئے ہیں تو ان کی زبان پر یہ رجز تھا۔

Marfat.com

"میں ہوں حبیبؓ اور میرا باپ مظاہر تھا۔
میں مردِ میدان ہوں، جب کہ جنگ کے شعلے بھڑک
رہے ہوں۔
تمھاری تعداد اور سازوسامان زیادہ ہے۔
لیکن ہم تم سے زیادہ باوفا اور ثابت قدم ہیں۔
ہم راہِ راست پر ہیں۔
ہمارا حق پر ہونا صاف ظاہر ہے۔
ہم تم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے ہیں۔
قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تمھارے برابر یا آدھے بھی ہوتے
تو تم ضرور بھاگ جاتے۔

زہیرؓ بن القین

ان کی شان یہ تھی کہ آتے ہی دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ زبان پر ایسے
جاری تھے جن کا یہ مطلب تھا؛
میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں، اپنی زندگی میں دشمن کو
حسینؑ کے نزدیک نہیں آنے دوں گا۔ اپنی تلوار کی نوک سے
ان کو دور کر دوں گا۔

Marfat.com

عابسؓ بن ابی شبیبؓ

انھوں نے پہلے اپنے غلام شوذب کو خدا کی راہ میں نثار کیا پھر خود آگے بڑھے اور حضرت امام کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اے ابو عبداللہ! خدا کی قسم اس وقت روئے زمین پر کوئی نہیں جو آپؑ سے زیادہ مجھے عزیز اور محبوب ہو۔

بخدا! اگر اپنی جان سے زیادہ کوئی عزیز چیز مجھے دستیاب ہوتی تو میں اُسے بھی آپؑ پر سے قربان کر دیتا۔

اے ابو عبداللہ! آپ پر سلام۔

خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپؑ کی اور آپؑ کے والد کی روش پر قائم ہوں۔"

اس کے بعد یزیدیوں پر ٹوٹ پڑے۔ ایک شخص نے پہچان لیا اور بولا:

دیکھو یہ شیروں کا شیر ببر ہے، دیکھو ابن ابی شبیب کے سامنے کوئی نہ جائے۔

دو سو کا دستہ اس ایک کے سامنے سے بھاگ کھڑا ہُوا۔

Marfat.com

حنظلہؓ بن اسعد

قرآن کے دلدادگان میں سے تھے' یزیدیوں کو عاد و ثمود کے عذاب کی مثال دے کر ڈرا رہے تھے کہ

حضرت امامؑ نے پکار کر کہا اے ابن اسعد یہ لوگ تیرے صالح بھائیوں کا بیباکانہ خون بہا چکے۔ اب یہ تیری دعوت کیا قبول کریں گے

ابن اسعد: میں آپؑ پر قربان۔ بے شک آپؑ مجھ سے زیادہ تفقہ کے مالک ہیں۔ کیا اجازت ہے کہ ہم بھی آخرت کا سفر اختیار کریں اور اپنے بھائیوں سے جا ملیں۔

حضرت امامؑ نے جواب دیا۔

"ہاں! اِس مقام کو روانہ ہو جاؤ، جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اس بادشاہت میں داخل ہو جاؤ جس کو کبھی زوال نہیں

ابن اسعدؓ

"ابو عبداللہ! سلام علیک۔ خدا کا آپؑ پر اور آپؑ کے اہل بیت پر درود ہو۔ اللہ جنت میں ہماری آپؑ کی ملاقات کرائے۔

حضرت امام! آمین! آمین!!

Marfat.com

پھر وہ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

خاندانِ نبوّت کی جان نثاریاں

حسینی نبرد آزماؤں میں اب خاندانِ نبوت کی باری آئی۔ حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضؓ نے اجازت طلب کی اور کہا۔

"یا امام سب سے پہلے خدا کی راہ میں جس نے جان نثار کی وہ میرا باپ تھا۔ اب جو لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے مجھے نثار ہونے کی تمنّا ہے۔ خدا کے واسطے مجھے اجازت دیجئے اور منع نہ کیجئے۔

اس کے بعد فرزندانِ حضرت جعفر طیّار عون و محمّد نے بھی اپنے اپنے جوشِ ایمانی اور عقیدت کا ثبوت دیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن حسنؓ اور قاسم بن حسنؓ خواہر زادگانِ امام عالی مقام نے اپنا حق ادا کیا۔
حضرت عباسؓ علَم دار یزیدیوں کے سامنے آئے تو ایک تبہ پھر ان کو ظلم و ستم سے باز آنے کی تلقین کی۔ عمر و سعد کو مخاطب کر کے خصوصیّت کے ساتھ حق کی طرف بازگشت کے لیے کہا۔ اور دو باتیں پیش کیں۔

۱۔ حضرت امامؑ لڑنا نہیں چاہتے اس لیے کشت و خون سے باز آجا۔

۲۔ پانی کا بند کرنا کسی طرح روا نہیں۔ کم سے کم ایک مشک
پانی لینے دے۔

عمرو سعد بولا۔ پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ حسینؑ یزید کی بیعت
کرلیں۔ اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نہر فرات کیا روئے ز
پانی اگر ہمارے قبضہ میں ہو تو ایک قطرہ نہ دیں گے۔ اس شکل میں
یہی حکم ہے۔

یزیدی ناداں یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی ظلم و زیادتی حضرت اما
دیکھنے پر مجبور کر دے گی اور ان کی من مانی مراد پوری ہو جائے گی لیکن
ہو سکتا تھا کہ یہ اپنے باطل پر جمے رہیں اور مرکزِ حق اپنی جگہ سے ہٹ
جائے۔ یہ ان کی ہٹ دھرمی اور ضد تھی۔ دوسری طرف ضد اور ہٹ
نہیں بلکہ صبر و استقلال تھا۔ اس لیے گویا حضرت عباسؓ کی زبان

عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں!

حضرت عباسؓ وہاں سے آگے بڑھے اور پھر مشکیزہ لیے کر
کی صف کو توڑ کر فرات کے کنارے پہنچ گئے اور پانی سے مشک کو
گھوڑے کی باگ موڑ چکے تھے کہ حملہ آور ٹوٹ پڑے۔ نوفل بن ار
تلوار سے آپؓ کا دایاں ہاتھ جس میں مشکیزہ تھا کٹ کر لٹک گیا۔ آ
مشکیزہ بائیں ہاتھ میں لے لیا مگر کسی نے اس ہاتھ پر بھی وار کیا۔ اس

Marfat.com

نے مشکیزہ کو دانتوں سے پکڑ لیا۔ ناگاہ کسی ناخدا ترس نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ مشکیزہ میں سوراخ ہو گیا اور سارا پانی بہہ گیا۔

حضرت عباسؑ علمدار کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبر کے اصرار پر حضرت امامؑ نے خود ان کو مسلح کیا اور یہ کہہ کر میدانِ جنگ کی طرف روانہ کیا۔

"علی اکبر جاؤ تمھیں بھی خدا کے سپرد کیا۔"

حضرت علی اکبرؑ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل و صورت میں بہت مشابہ تھے۔ رفتار، گفتار سب میں ایک قسم کی مشابہت تھی۔ آپ میدانِ جنگ میں پہنچے تو معلوم ہوتا تھا کہ رسالت مآب صلعم بدر و حنین میں تشریف فرما ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی!
یہ جو صورت ہے تیری صورتِ جاناں ہے یہی!

انھوں نے یزیدی فوج میں خلفشار پیدا کر دیا اور ایک مرتبہ عمر و سعد کے قریب پہنچ گئے اور بولے اے عمر و سعد تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں اگر نہیں جانتا تو جان لے اور ہمارے خاندان کے رتبہ کو پہچان لے۔

محکم بن طفیل اور ابن نوفل نے ایک حصہ فوج کے ساتھ آپؑ کے روکنے کی کوشش کی مگر آپ نے ان کی کوئی پروا نہیں کی اور نہایت دلیری سے دائیں بائیں تلوار چلاتے رہے۔ آخر یک بارگی حملہ ہوا اور آپ متعدد زخم

Marfat.com

کھا کر گر پڑے۔ حضرت امام یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے معاً قریب پہنچے
علی اکبرؓ کے سر کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھ لیا۔ حضرت علی اکبر نے ایک
آنکھ کھولی تو دیکھا کہ سر سید الصابرین کے زانوئے مبارک پر ہے۔ یہ لفظ
اللہ اکبر کہتے ہوئے دم توڑتے کی جانب ہوئے۔

روایت ہے کہ حضرت علی اکبرؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام نے
"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اب میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا!"
کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ فرض کیسا تھا اور کس کو معلوم ہے کہ اس ادا
کی شان کیا تھی اور کون ہے جو راہِ خدا میں اپنے لال کو اس طرح قربان کر
اس دل و گردہ کا مظاہرہ کرے؟ یہ حضرت امام ہی کی شان تھی۔

حضرت علی اکبرؓ امام حسین علیہ السلام کے بڑے صاحب زادے
ان کے بعد دو اور باقی رہ گئے تھے۔ ایک حضرت امام زین العابدینؓ جو بیما
اور ایک حضرت علی اصغرؓ جو مولودِ تازہ اور شیر خوار تھے۔

قدرت نے حضرت زین العابدینؓ کو تو بیمار ڈال دیا تھا۔ تاکہ میدان کار
میں جانے سے بچ جائیں اور حضرت امام عالی مقام کی نسل جاری رہے
یہ اپنی جگہ پر بے قرار تھے اور اپنی اس حالت پر غمگین کہ میدانِ جنگ میں جانے
سے معذور رہیں۔

دنیا میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوتی ہیں، اہم سے اہم قربانیاں پیش کی گئی

تاریخ کوئی مثال ایسی بھی پیش کر سکتی ہے؟
سلسلۂ رسل و رسائل، اقرباء و احباب کی کمک تو الگ رہی۔ کیا محاصرۂ آب بیت کو بھی کوئی نظر انداز کر سکتا ہے۔ تین دن کے اندر معلوم نہیں کس پر کیا گزر ی۔ مگر ان اللہ کے بندوں نے حیرت ہے کہ حق پرستی کے جذبہ میں سب بخوشی جھیل لیا۔

مولود تازہ حضرت علی اصغر کا بھی پیاس سے برا حال تھا۔ اس بے زبان خر کس زبان سے تسلی و تشفی کی جاتی؟ حضرت امامؑ خیمہ میں تشریف لائے نی بہن سے فرمایا کہ اصغر کو میرے پاس لاؤ میں اسے فوج کے پاس لے ں گا۔ اس کی معصومانہ حالت دکھاؤں گا اور پانی طلب کروں گا۔
چنانچہ آپؑ نے ان کو گود میں لیا۔ اور میدان کارزار میں تشریف لائے اور سعد کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے یزید کے طرف دار و اقم نے میرے مرتبہ کو نہیں پہچانا، تم نے میرے نونہالان چمن کو پامال کیا۔ لیکن میں نے تم سے اس کی شکایت نہیں کی۔ اب میں اس معصوم بچے کو لے کر تمھارے پاس آیا ہوں۔ اگر تمھارا گنہ گار ہوں تو میں ہوں۔ میرے بچوں نے تمھارا کوئی قصور نہیں کیا۔ اگر تھوڑا سا پانی پلا دو گے تو نہر فرات میں سے کم نہ ہو جائیگا۔ تم میں بھی اکثر لوگ صاحب اولاد ہیں۔ ذرا اپنے

Marfat.com

کلیجے پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ بچوں کی مصیبت کس درجہ ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ آج تم میرے بچے کو پانی کے چند قطرے دو گے تو کل میں تمہیں اور تمہارے بچوں کو حوضِ کوثر پر اپنے ہاتھ سے سیراب کر دوں گا"

اس اپیل کا پہلا جواب یہ تھا:

"اے حسین! بس اب اپنی بے کسی کی داستان بیان نہ کرو۔ پانی کی امید نہ رکھو۔ تم ہو، خواہ تمہارے بچے ہوں، کسی کو پانی نہیں دیا جائے گا۔ اور سن لو کہ تمہاری دردبھری یہ باتیں ہمارے دلوں پر کچھ اثر نہیں کر سکتیں"

اور دوسرا جواب حرملہ بن کاہل کا ایک تیر تھا جو حضرت علی اصغرؓ کے گلے میں پیوست ہو گیا۔ بچہ باپ کی گردن سے لپٹ گیا اور فوراً جان نکل گئی آپؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ تیر کو بچے کے گلے سے کھینچا اور اسی حالت میں گلے سے لگائے ہوئے خیمہ میں لے آئے اور اس کی ماں کی گود میں دے دیا۔

کیا کوئی اب بھی کہہ سکتا ہے کہ یزید اور یزیدی ظالم نہ تھے، ان پر کوئی ذمہ داری نہ تھی اور ان پر کوئی الزام نہیں۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں!
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں!

Marfat.com

وَالعَصۡرِ ۝ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۝
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ۝

مقاصدِ عُظمیٰ

کے لیے

شہادتِ کُبریٰ

سرِ خاکِ شہیدِ برگ ہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملّتِ ما سازگار آمد ! !

اب کوئی حضرت امام حسین علیہ السلام کے سوا ایسا باقی نہیں رہا جو جنگ

Marfat.com

کے میدان کو جاتا۔ اس لیے قطب جہاں اور مرکزِ حق نے خود جنبش فرمائی۔ پہلے بیمار بیٹے حضرت زین العابدین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"بیٹا! اب میں بھی رخصت ہوتا ہوں۔ ہمارے بعد جو مصیبت پیش آئے مردانہ وار اس کا مقابلہ کرنا اور اہل بیت کی حفاظت کرنا۔"

حضرت زین العابدینؓ نے رو کر فرمایا:

"بابا جان! کیا میں ایسا بدبخت ہوں کہ آپؑ میرے سامنے سر کٹائیں اور میں اپنی جان آپؑ کے سامنے نثار نہ کروں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پہلے مجھے اجازت ہو۔"

حضرت امام کا ارشاد ہوا:

"جانِ پدر! تم میرے بعد سادات کی یادگار ہو گے۔ میرے اور نانا جان کے جانشین ہو گے۔ دنیا تم سے فیض پائے گی۔ اور مشیتِ ایزدی یہی ہے۔ اور جب مدینہ پہنچنا تو نانا جان کے روضہ پر حاضر ہونا، میرا سلام کہنا، ساری داستانِ کربلا سنانے کے بعد یہ بھی کہنا" یہ سب اس لیے ہوا ہے کہ حسین نے یزید کی بیعت کو دین و ایمان کے لیے ذلت سمجھا۔

نانا جان! حسین اگر یزید کی بیعت کر لیتا تو آپؐ کے خاندان پر ہمیشہ کے لیے الزام لگ جاتا۔ اس لیے قربان ہو گیا لیکن زندگی

کے آخری لمحے تک وہ حق پر قائم رہا۔

نانا جان! کیا اب بھی آپ اپنے حسینؓ سے خوش نہیں ہیں اور کیا اُسے ملتِ ابراہیمیؑ کا سچا پیرو نہیں سمجھتے؟"

اللہ! اللہ! کیا تقریر ہے دل میں کھُبی جاتی ہے کلیجے میں چُبھی جاتی ہے اور رُوح میں پیوست ہُوئی جاتی ہے۔

اہلِ بیت رونے لگے، عورتوں نے رکاب پکڑ لی مگر آپ نے اُن کا کچھ خیال نہ کیا۔ سب کو خدا کے سپرد کیا اور بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کہہ کر میدانِ کارزار میں آئے اور سرِ میدان، مردانہ وار نیزہ زمین پر گاڑ کر بفصاحت تمام فرمایا:

"لوگو! میری بات سنو! جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عُذر پیش کرنے دو۔ اپنی آمد کا سبب بیان کرنے دو۔ اگر میرا عُذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کر سکو، میرا بیان سچا ہو اور تم میرے ساتھ انصاف کر سکو، تو یہ تمہارے لیے سعادت کا باعث ہو گا اور تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ گے۔ لیکن اگر سننے کے بعد تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر جاؤ، تو پھر مجھے کسی بات پر بھی اصرار نہیں۔ تم اور تمہارے ساتھی ایکا کر لو۔ مجھ پر ٹوٹ پڑو۔ مجھے مہلت نہ دو۔"

Marfat.com

میرا مالک، میرا پشت پناہ، ہر حال میں میرا اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور جو نیکو کاروں کا حامی ہے۔

لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو، سوچو، میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبان میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، خوب غور کر لو۔ کیا تمہارے لیے میرا قتل اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ اس کے عمّ زاد اور اُس کے جانشینؑ کا اور امیر المؤمنین کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب میرے باپ کے چچا نہیں؟ کیا ذو الجناحین جعفر طیّار میرے چچا نہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ صلعم کا مشہور قول "سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ" میرے اور میرے بھائی کی شان میں نہیں سنا۔

اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے کبھی جھوٹ نہیں بولا، تو بتلاؤ، کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیئے؟ لیکن اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو ابھی ایسے لوگ باقی ہیں جن سے میرے قول کی تصدیق کر سکتے ہو۔

جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھو، ابو سعید خدری سے پوچھو

سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو، زید بن ارقم سے پوچھو اور انس بن مالک سے پوچھو وہ تمھیں بتائیں گے کہ میں نے جو کچھ کہا صحیح کہا ہے۔

کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ اگر اس کے بعد بھی تمھیں یقین نہ آئے تو کیا اس واقعہ میں بھی شک کرو گے کہ میں تمھارے نبیؐ کا نواسہ ہوں؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر میرے سوا کسی نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبیؐ کا بلاواسطہ نواسہ ہوں۔

کیا تم مجھے اس لیے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کا خون کیا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کیوں کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟

جواب دو! بولو!

حضرت امام کے بار بار پوچھنے پر بھی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا اور لاجواب بات کا جواب بھی کیا ہو سکتا تھا۔

اور اگر کوئی جواب تھا تو یہ کہ ابن سعد نے اس کے ساتھ ہی ایک تیر آپؓ کی طرف پھینکا اور اپنی فوج کے لوگوں سے کہا:

"تم لوگ اس بات پر گواہ رہنا کہ پہلا تیر میں نے پھینکا ہے۔"

آپؓ اس وقت کرتہ پہنے تھے اور عمامہ باندھے تھے۔

Marfat.com

عبداللہ بن عمار، جو یزیدی فوج کا ایک سپاہی ہے ان لفظوں میں آپؑ کی شجاعت کا بیان کرتا ہے۔

"واللہ! حسینؑ کے سوا میں نے کبھی ایسا کوئی مصیبت زدہ نہیں دیکھا۔ جس کے خاندان کے سارے افراد اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گئے ہوں اور وہ ایسا شجاع، ثابت قدم مطمئن اور جری ہو۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ نکلتے تھے جس طرح بکریاں شیر کو دیکھ کر بھاگ جاتی ہیں۔

حصین بن تمیم نے تیر چلایا جو آپؑ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپؑ نے تیر کھینچ لیا۔ دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپؑ نے خون آسمان کی طرف اچھالا۔ اور پھر ایک مرتبہ یزیدی پیدل فوج پر برس پڑے۔ شمر بن ذی الجوشن نے اپنے لوگوں سے پکار کر کہا:

تمہارا برا ہو۔ کیا دیکھ رہے ہو۔ کیوں حسینؑ پر یک بارگی ٹوٹ نہیں پڑتے۔

حضرت امامؑ نے کہا:

"بزدلو! کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ! میرے بعد کسی آدمی کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہو گا۔ جتنا میرے قتل پر ناخوش ہو گا۔

بخدا! مجھے یقین ہے کہ خدا تمہیں ذلیل کرے گا اور مجھے عزت

Marfat.com

بخشے گا۔ تم سے میرا بدلہ لیا جائے گا۔ میرے قتل سے تمہارے اندر پھوٹ پڑ جائے گی۔ تمہارا خون پانی کی طرح بہے گا۔ یہ بھی کافی نہ ہوگا بلکہ خدا تمھیں دوہرے عذاب میں مبتلا کرے گا۔"

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زراعہ بن شریک تمیمی نے آپ کا بایاں ہاتھ تلوار سے زخمی کیا۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑا ئے۔ لوگ خوف و دہشت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزے کا ایسا وار کیا کہ آپؑ زمین پر آ رہے پھر اس نے آپ کا سر تن سے جدا کر کے خولی بن یزید کے حوالے کر دیا۔

آپؑ کے جسم پر ۳۳ زخم تیر کے اور ۳۴ گھاؤ تلوار کے تھے۔ اس کے بعد سلب و نہب کی باری آئی اور جسدِ مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

Marfat.com

آپؑ کی شہادت کے بعد

اللہ والوں کا قافلہ جو گھر سے پورا پورا چلا تھا۔ یزیدیوں کے پاس پہنچ کر اس نوبت کو پہنچا کہ صرف تین بچے بچ گئے۔ علی بن الحسینؓ حضرت امام زین العابدین حسنؓ بن حسنؓ اور عمروؓ بن حسنؓ۔

یزیدی مقتولین کی نمازِ جنازہ عمر بن سعد نے پڑھائی اور اہل بیت رضوان علیہم اجمعین کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ شہداء کا لاشہ دو دن تک بے گور کفن رہا۔

طمع فاتحہ از خلق ندا ریم نیاز!
عشق من در پسِ من فاتحہ خوانم باقیست

دوسرے دن بنو اسد ایک قریبی گاؤں عاصریہ نامی سے آئے تو انہوں نے حضرت امام کے لاشہ مطہر کو کربلا کے میدان میں دفن کیا لیکن فرقِ مبارک مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اور آپ کے رفقاء بھی اسی میدان

میں دفن ہوئے جو آج تک گنج شہیداں کے نام سے مشہور ہے۔

ابنِ زیاد اور علی ابنِ حسینؑ

جب لُٹا ہوا قافلہ ابنِ زیاد کے پاس پہنچا ہے اور اس کو معلوم ہوا ہے کہ حضرت امامؑ کے ایک فرزند زندہ بچ گئے ہیں تو اُس نے حضرت امام زین العابدینؑ سے پُوچھا کہ علی بن الحسینؓ کے مرنے کی خبر مجھے ملی ہے۔ تم کون ہو؟

اس پر حضرت امام زین العابدین نے فرمایا:

"میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُن کو مار ڈالا۔"

ابنِ زیاد: لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہے۔

اس پر حضرت امام زین العابدینؓ نے کہا، سچ ہے، اور یہ آیت تلاوت کی:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۝

ترجمہ: اللہ ہی موت کے وقت جان نکالتا ہے اور

له اپنے خیال میں رسول کے خاندان کا تو گویا یزید ہی خاتمہ کر ہی چکے تھے۔

کوئی بھی اس کے حکم کے بغیر نہیں مرتا۔

یزید اور علی ابن الحسین

کوفہ سے یہ قافلہ یزید کے پاس دمشق بھیجا گیا۔ یزید نے حضرت زین العابدین سے کہا:

"اے علی! تمہارے باپ نے میرا رشتہ کاٹا۔ میرا حق بھلایا میری حکومت چھیننا چاہی۔ اس پر خدا نے ان کے ساتھ وہ کیا جو تم نے دیکھا۔"

حضرت امام زین العابدین نے یہ آیت پڑھی:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۝ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝

ترجمہ: تمہاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو۔ یہ خدا کے لیے بالکل آسان ہے۔ یہ اس لیے کہ نقصان پر تم افسوس نہ کرو اور فائدے پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

یزید کے پاس ہی اس کا بیٹا خالد بھی بیٹھا تھا۔ اس لیئے اس نے چاہا کہ اس کا جواب وہی دے۔ مگر اس سے جواب بن نہ پڑا تو آخر یزید نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔

ترجمہ: تم پر جو مصیبت آتی ہے، وہ خود تمہارے ہاتھوں آتی ہے اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کر ہی دیتا ہے۔

مگر دراصل جواب نہ بیٹے سے بن پڑا نہ باپ سے۔ ہر دو مقام پر مصیبت کے معنی میں فرق ہے۔ ایک جگہ تو آزمائش کے لیے ہے جس پہ اجر مستحق ہے۔ اور دوسری جگہ بُرائی اور نقصان سے متعلق ہے۔

حسینؓ اور یزیدی بچے کا مقابلہ

ایک دن یزید نے حضرت حسنؓ کے کمسن لڑکے عمروؓ کو بلایا اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا عمرو! خالد سے لڑو گے۔ عمرو بن حسن نے بھولے پن سے جواب دیا، یُوں نہیں۔ ایک چھُری مجھے دے دو اور ایک چھُری اسے دے دو۔ پھر ہماری لڑائی دیکھو۔ یزید مسکرا کر رہ گیا۔

Marfat.com

یزید اور حضرت زینبؓ

ایک موقع پر یزید نے حضرت زینبؓ سے کہا۔ دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل گیا تھا۔ اس پر حضرت زینبؓ کڑک کر بولیں۔

"اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے، تُو نے، تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے میراث پائی ہے"

اس پر یزید چیں بہ جبیں ہوا تو ان کو اور زیادہ جوش آگیا۔ بیخوف ہو کر بولیں: "تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے، ظلم سے چیں بہ جبیں ہوتا ہے مخلوقِ خدا کو اپنی قوت سے دباتا ہے۔ اے یزید! بدکاروں کا شیوہ یہ ہے کہ آیاتِ الٰہی کو جھٹلاتے اور اس کا استہزا کرتے ہیں۔

اے یزید! کیا تو خیال کرتا ہے کہ جب ہم پر خدا کی وسیع زمین تنگ کر دی گئی ہے، ہمیں گھیر لیا گیا ہے اور ہم قیدیوں کی طرح ہانکے جا رہے ہیں، تو ہم خدا کی نظر میں حقیر ہیں اور تو عزت والا ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ یہ سب اس لیے ہوا کہ تیرا رتبہ ہم سے سوا ہے۔ اس لیئے تو فخر سے اپنا سر اونچا کرتا ہے۔ اکڑتا ہے، باتیں بناتا ہے۔ کیا تو اس پر خوش ہو رہا ہے کہ دُنیا تیرے

آگے جھک گئی ہے؟ حالانکہ یہ محض ایک ڈھیل ہے جو خدا کی طرف سے تجھے دی گئی ہے۔

لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرًا لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ٥

ترجمہ: کافر یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کو بھلائی کے لیے ڈھیل دی ہے نہیں، بلکہ ان کو اس لیے ڈھیل دی ہے تاکہ ان کے گناہ میں اضافہ ہو جائے اور پھر تو بے ہی کہ ان کے لیے اہانت والا عذاب ہے۔

بخدا اے یزید! تو نے اپنی ہی کھال پھاڑی ہے اپنا ہی گوشت نوچا ہے۔ تو عنقریب اس کا انجام اس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی دیکھ لے گا۔

لیکن بخدا اے دشمنِ خدا! میں تجھے اس قدر حقیر جھتی ہوں کہ تجھے ملامت کرنا بھی عیب سمجھتی ہوں۔ مگر کیا کروں۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ سینے جل اٹھے ہیں۔ ہمیں اس گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو چکے ہیں۔ قسم خدا کی میں آج تک خدا کے سوا کسی مخلوق سے بھی نہیں ڈری۔ میری فریاد اسی سے ہے تو اب

Marfat.com

بھی جو کچھ کر سکتا ہے۔ اس میں کوتاہی نہ کر۔ اپنی کوشش ختم کرلے جتنا بھی ہمیں ستا سکتا ہے۔ ستا لے۔ لیکن خدا کی قسم اجو بزنا د تو نے ہم سے کیا اس کا عار تجھ سے کسی طرح بھی دور نہیں ہو سکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے نوجوانانِ جنت کے سردار حسینؓ کی زندگی سعادت و مغفرت پر ختم کی، ان کے لیے جنت واجب کر دی۔ اللہ عزوجل سے میری التجا ہے کہ شہیدانِ کربلا کے درجے بلند کرے اپنا زیادہ سے زیادہ فضل اُن کے شریکِ حال فرمائے۔ کیوں کہ وہی اصلی پشت پناہ اور حقیقی قوت و قدرت والا ہے۔"

یزید دم بخود رہ گیا۔ اس کے بعد ایک لفظ بھی نہ بولا۔

اجتہادی غلطی

ایک موقع پر یزید نے کہا۔ حسینؓ کے اجتہاد نے غلطی کی اور پھر یہ آیت پڑھی:

اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ۔ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ بِیَدِکَ الْخَیْرُ، اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: اے اللہ! تو مالک الملک ہے جسے چاہتا ہے

بادشاہت بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جسے
چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔
تیرے ہی ہاتھ بھلائی ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

آفتاب کو چراغ دکھانا اسی کا نام ہے، کہاں حضرت امام اور کہاں یزید، قرآن فہمی کا کیا اچھا ثبوت دیا گیا ہے۔ اگر حکومت پا لی کا یہی معیار ہے تو پھر فرعون و نمرود اور شداد وغیرہ نے کیا قصور کیا ہے ان کو بھی تو حکومت خدا ہی کے یہاں سے ملی تھی۔ پس وہ سمجھ جائیں کہ خدا کی رحمتوں سے نوازے گئے تھے، پھر ان پر یہ عذاب الٰہی کس لیے نازل ہوا حضرت امام تو خیر سے کیا اجتہادی غلطی کرتے، غلطی اور ظلم تو اس کے حصے میں آیا جس پر آج تک لعنت برس رہی ہے۔

گوارا ہے اسے نظارۂ غیر
خرد کی تنگ دامانی سے فریاد!

انجام

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

"حسین کے قتل نے مجھ سے سارے مسلمانوں کو ناراض کر دیا ہے۔ اُن کے دلوں میں میری عداوت کا بیج بو دیا ہے۔ اچھے بُرے سب مجھے بُری نظر سے دیکھنے لگے ہیں۔ خدا کی لعنت ابنِ مرجانہ (ابن سعد) پر، خدا کا غضب ابنِ مرجانہ پر۔"

یہ الفاظ یزید کے ہیں۔ جو اس نے اس 'فتح' ہائلہ کے بعد کہے تھے جس سے نتیجہ نکالنا کچھ مشکل نہیں۔

یزید نے اس کے بعد جو حکومت کی۔ اس کی مدت چار برس سے کم تھی۔ اخیر رجب ۶۰ھ میں حاکم بنا۔ اور ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو مر گیا۔ اتنے سے عرصے کے لیے اس نے اتنا بڑا ہنگامہ برپا کیا۔

۶۶ھ میں مروان بن عبدالملک اموی کے خلاف مختار بن عبداللہ الثقفی نے خروج کیا اور کوفہ پر قابض ہو کر ۶۷ھ میں ان لوگوں کو چن چن کر تہ تیغ کیا جو یزید کی طرف سے حضرت امامؑ اور ان کے لوگوں سے لڑے تھے ابن زیاد، عمر سعد، شمر، قیس، خولی، سنان، عبداللہ بن قیس اور یزید بن مالک جو یزیدی فوج کے افسر اور اس خونیں ڈرامہ میں اصل کس اور ہیرو کا پارٹ ادا کرنیوالے تھے۔ ایک ایک کر کے مارے گئے۔

کہتے ہیں کہ مختار نے ستر ہزار یزیدیوں کے سر تن سے اترولئے۔ اور اسی قدر لوگوں کو اپنے وقت میں سفاح عباسی نے قتل کرایا۔

گریۂ خونِ ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب راسحر کند!

ابن عمرو لیثی کہتے ہیں جب سر مصعب بن زبیر کا عبدالملک کے آگے میں نے دھرا ہوا دیکھا تو عبدالملک کو مخاطب کر کے کہا عجب اتفاق ہے میں نے اسی دارالامارۃ کوفہ میں پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا دیکھا تھا۔ پھر اسی جگہ ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے دیکھا۔ پھر مختار کا سر مصعب بن زبیر کے آگے دھرا دیکھا۔ اور پھر اسی جگہ اب مصعب کا سر آپ کے روبرو دھرا دیکھ رہا ہوں۔ اس دارالامارۃ سے خدا کی پناہ، جہاں ایسے ایسے لوگوں کے سر کٹ کر آتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا۔ ابن عمرو خدا تجھے یہاں پانچواں سر نہ دکھلائے پھر حکم دیا۔ کہ دارالامارۃ مسمار کر دیا جائے۔

Marfat.com

سلام

وقتِ نمازِ عصر ہے، خم ہے سرِ نیازِ عشق
خاک ہے سجدہ گاہِ عشق، دشت ہے جانمازِ عشق

خوف سے اہلِ ظلم کے خانۂ حسن چھوڑ کر
منزلِ عشق کو چلا، قافلۂ حجازِ عشق

بڑھ کے زمینِ عشق نے چھو لیے ناخدا کے پاؤں
آ کے فرات کے قریب رک گیا خود جہازِ عشق

بارشِ ناوکِ ستم، اور وہ پشتِ مقتدی
اہلِ نظر پھڑک اٹھے دیکھ کے یہ نمازِ عشق

گیسوئے شہ کا سلسلہ دیکھ کہاں تلک گیا
سلسلۂ رسولؐ ہے سلسلۂ درازِ عشق

دوشِ نبیؐ پہ خود کبھی، نوکِ سناں پہ سر کبھی
عشق کی بارگاہ میں یوں ہوا سرفرازِ عشق

لوٹ رہے تھے پہلوان، حشر بپا تھا فوج میں
حسن کا کام بھی کیا، واہ رے یکہ تازِ عشق

خاکِ شہیدِ عشق سے بنتے ہیں نفعِ کُل مرض
دیکھتے خاک کا اثر! دیکھیے امتیازِ عشق

پاؤں میں بیڑیاں ہیں اور ہاتھ میں ونٹ کی ہوا
عشق کی راہ طے کیے جاتے ہیں یکہ تازِ عشق

تیر کھنچے نہ ہو خبر، سن لے فقیر کی مگر
فرق ہے جسم و روح کا، ایک ہے گو نمازِ عشق

تو ہے گدائے حیدریؑ، حشر کے دن کا خوف کیا
تجھ کو کرے گا سرفراز تیرا گدا نوازِ عشق

سن کے جمیل کا سلام شورِ عزا کا کیوں نہ ہو!
کس کا ہے دل جو سنے گا کوئی نوحۂ جاں گدازِ عشق!

شہیدِ کربلا

قرآن کی روشنی میں

ابو محمد مصلح

سنگ میل پبلی کیشنز
چوک اردو بازار۔ لاہور

Marfat.com